ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

35

www.tanzeem.org

10 تا 16 رمضان المبارک 1430ھ / یکم تا 7 ستمبر 2009ء


## رمضان: نزولِ قرآن کا سالانہ جشن

اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ رمضان المبارک کے پروگرام کی دو شقیں ہیں: ایک دن کا روزہ اور دوسرے رات کا قیام اور اس میں قراءت واستماعِ قرآن! اور اگرچہ ان میں سے پہلی شق فرض کے درجے میں ہے اور دوسری بظاہر نفل کے، تاہم قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دونوں نے اشارۃً اور کنایۃً واضح فرما دیا کہ یہ ہے رمضان المبارک کے پروگرام کا جزو لاینفک! —— چنانچہ قرآن نے وضاحت فرما دی کہ روزوں کے لیے ماہِ رمضان معین ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا تھا: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔'' گویا یہ ہے ہی نزولِ قرآن کا سالانہ جشن! اور احادیث نے تو بالکل ہی واضح کر دیا کہ رمضان المبارک میں 'صیام' اور 'قیام' لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں: چنانچہ:-

1۔ امام بیہقی ؒ نے رمضان المبارک کی فضیلت کے ضمن میں جو خطبہ آنحضور ﷺ کا 'شعب الایمان' میں نقل کیا ہے، اُس کے الفاظ ہیں: ''اللہ نے قرار دیا اس میں روزہ رکھنا فرض اور اُس کا قیام اپنی مرضی پر۔''

2۔ امام بیہقی ؒ نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

> ''روزہ اور قرآن بندۂ مومن کے حق میں سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے رب! میں نے اسے روکے رکھا دن میں کھانے اور خواہشات سے، پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا میں نے روکے رکھا اسے رات کو نیند سے، پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ تو دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

**عظمت صوم**
ڈاکٹر اسرار احمد

## اس شمارے میں


طالبان اور چینی

یہود پر دو بڑے عذابات

ارشاد احمد 'حقانی' کی احقاقِ حق سے روگردانی

ماہِ صیام: تقویٰ کی تیس روزہ تربیت

صلیبیوں کی طویل المیعاد منصوبہ بندی

طرزِ مسلمانی

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

# سورۃ الاعراف

(آیات:167،168)

الھدیٰ (387)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبۡعَثَنَّ عَلَیۡہِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَنۡ یَّسُوۡمُہُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّہٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۶۷﴾
وَقَطَّعۡنٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا ۚ مِنۡہُمُ الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنۡہُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ ۫ وَبَلَوۡنٰہُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾﴾

”اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کردیا تھا کہ وہ اُن پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط رکھے گا جو اُن کو بُری بُری تکلیفیں دیتا رہے۔ بیشک تمہارا پروردگار جلد عذاب کرنے والا ہے، اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔ اور ہم نے اُن کو جماعت جماعت کرکے ملک میں منتشر کردیا۔ بعض اُن میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے (یعنی بدکار)۔ اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے اُن کی آزمائش کرتے رہے، تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔“

بنی اسرائیل نے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کی اور نتیجے کے طور پر اللہ کے غضب کے سزاوار ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے جس فیصلے کا یہاں اعلان کیا کہ بنی اسرائیل قیامت تک مختلف قوموں کے ہاتھوں ذلت کے عذاب میں مبتلا رہیں گے، تاریخ کے مطالعے سے اُس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔ 70ء میں رومی جرنیل ٹائیٹس نے 2nd Temple کو شہید کردیا، جو حضرت عزیر علیہ السلام کے زمانے میں دوبارہ تعمیر ہوا تھا، اور ایک ہی دن میں تینتیس ہزار یہودی یروشلم میں قتل کیے گئے۔ یہودیوں کو فلسطین سے نکال باہر کیا گیا۔ یہاں سے وہ زمین کے مختلف حصوں میں چلے گئے۔ کوئی روس میں چلا گیا، کوئی یورپ میں۔ کوئی ہندوستان میں آیا تو کوئی مصر میں۔ کچھ دور دراز کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ اسی طرح جب امریکہ دریافت ہوا تو کچھ یہودی وہاں چلے گئے۔ اب دنیا میں کسی جگہ وہ متحد نہ رہے۔ یہودی جہاں بھی گئے وہاں شدید نفرت کا نشانہ بنے۔ خاص طور پر یورپ میں ان پر بڑے مظالم ڈھائے گئے۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہودی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا، جبکہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ یہودی حضرت مسیح اور حضرت مریم کی شان میں گستاخی کرتے اور تہمتیں لگاتے ہیں، لہٰذا عیسائی یہودیوں کے دشمن رہے۔ یہود و نصاریٰ کی عداوت کے قصے یوں تو تاریخ میں بہت ملتے ہیں، مگر آخری واقعہ ہٹلر کے دور میں ان کا قتل عام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہٹلر کے ہاتھوں کم و بیش 60 لاکھ یہودی ختم کیے گئے۔ یہودیوں کو مشرقی یورپ سے کھینچ کھینچ کر لایا گیا۔ ہٹلر کے مفتوحہ علاقوں سے یہودی اکٹھے کرکے انہیں Concentration camps میں لایا گیا۔ چونکہ لاکھوں انسانوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا کوئی آسان کام نہ تھا، لہٰذا اس مقصد کے لیے بڑی بڑی مشینیں ایجاد کی گئیں۔ ایک بڑے ہال میں خصوصی پلانٹ نصب کیے گئے۔ یہودیوں کے کپڑے اتروا کر انہیں اس ہال میں داخل کردیا جاتا، یہ کہہ کر کہ تمہارے کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں اور انہیں جوؤں سے پاک کرنا ضروری ہے۔ پھر اُن کے بال بھی اتار لیے جاتے۔ عورتوں کے سر مونڈ دیے جاتے۔ نازی کپڑوں اور بالوں کو ضائع ہونے سے بچا لیتے۔ کپڑوں کو اپنے استعمال میں لے آتے اور انسانی بالوں سے اپنے گھروں اور دفتروں کے لیے قالین تیار کرواتے۔ ننگے بدن یہودی جب گیس چیمبرز میں داخل ہوتے تو سب کے سب مر جاتے۔ اُن کی لاشوں کو مشینوں کے ذریعے مختلف کیمیکل میں سے گزارا جاتا، جہاں اُن کا گوشت پوست اور ہڈیاں تحلیل ہوکر سیاہ رنگ کے گاڑھے بدبودار مائع کی شکل میں تبدیل ہوجاتیں۔ نازی اسے کھاد کے طور پر اپنے کھیتوں میں ڈال لیتے۔ یہ بدترین سزا تھی جو یہودیوں کو دی گئی۔

اب یہودیوں کا آخری وقت آنے والا ہے جو زیادہ دور نہیں۔ آج کل اگر وہ عربوں پر چھائے ہوئے ہیں، تو یہ ایسے ہی ہے جیسی شمع کی لو بجھنے سے پہلے بھڑکتی ہے۔ ورنہ اُن کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے۔ دوسری جانب خود مسلمان بھی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے سزا کے مستحق ہوچکے ہیں، بالخصوص عرب، کیونکہ امت میں اُن کا اونچا مقام ہے۔ اب انہیں ذلت اور رسوائی کی سزا اُس قوم کے ہاتھوں مل رہی ہے، جو مغضوب علیھم ہے۔ عربوں کو اُن کے سامنے جھکنا پڑ رہا ہے۔ مسلمانوں کی اسی ذلت اور پٹائی کے دوران مسجد اقصیٰ شہید کر دی جائے گی۔ آخر میں فرمایا کہ بہرحال یہودیوں میں کچھ لوگ صالح بھی ہیں اور کچھ دوسری طرح کے۔ ہم انہیں بھلائی اور برائی سے آزماتے رہیں گے، شاید کہ یہ لوٹ آئیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## روزہ اور قرآن کی شفاعت

عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلصِّیَامُ وَالۡقُرۡاٰنُ یَشۡفَعَانِ لِلۡعَبۡدِ یَقُوۡلُ الصِّیَامُ اَیۡ رَبِّ اِنِّیۡ مَنَعۡتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡہِ وَیَقُوۡلُ الۡقُرۡاٰنُ مَنَعۡتُہُ النَّوۡمَ بِاللَّیۡلِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡہِ فَیُشَفَّعَانِ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے میرے ربّ! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔“

تا خلافت کی بِنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 | 10 تا 16 رمضان المبارک 1430ھ
یکم تا 7 ستمبر 2009ء | شمارہ 35

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 300 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا -------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# طالبان اور چینی

ایک وقت تھا قلم کار کو لکھنے کے لیے مواد دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ زندگی میدانی نالے کی طرح سست روی اور خاموشی سے چلتی تھی۔ کتا ہی بندے کو کاٹتا تھا، اس لیے خبر بہت کم بنتی تھی۔ آج خبروں کا جمعہ بازار لگا ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی روز روز لکھنے والوں کے لیے دردِ سر کا باعث بنتا ہے، کیا لکھوں، کیا چھوڑوں۔ بہت سی خبریں اہم اور گرم ہیں۔ ایک خبر کو زیرِ غور لا کر ذہنی طور پر مضمون کا ہیولا تیار کرو تو نوکِ قلم سے قرطاس پر منتقل ہونے سے پہلے دوسری خبر اہم تر محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور آج کا قلم کار اسی طرح سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے جیسے ماضی کا قلم کار خبر نہ ملنے پر بندوں کو کوستا تھا کہ وہ کتوں کو کیوں نہیں کاٹتے۔ آج زندگی پہاڑی نالے کی طرح بہہ رہی ہے، اچھلتی کودتی شور و ہنگام کرتی۔ حکومت آپریشن زدہ علاقوں میں فتح مبین کا اعلان کر چکی ہے، لیکن ساتھ ساتھ ہر روز یہ فرموداتِ عالیہ بھی سننے میں آتے ہیں، اتنے شرپسند ہلاک اور اتنے گرفتار کر لیے گئے اور شرپسندوں کی کارروائیوں سے سیکیورٹی اہلکار شہادت کے درجے سے بھی نوازے جا رہے ہیں۔

افغانستان میں جمہوریت اپنا گھونگھٹ اٹھا چکی ہے، لیکن وہ دلہا بدلے گی یا پیدائشی "قرضئی" کے ساتھ ہی گزر اوقات کرے گی، ابھی فیصلہ نہیں ہو پا رہا۔ البتہ وطنِ عزیز کے سیکولر طبقہ کے فرزندانِ ارجمند ان جو نائن الیون کے بعد واشنگٹن رخ ہو چکے ہیں، ان کے ہاں صفِ ماتم بچھ چکی ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ عبداللہ دہائی دے رہا ہے کہ بدترین دھاندلی ہوئی ہے اور وہ کھل کر حکومتِ وقت کی مخالفت میں میدان میں آئے گا۔ لہٰذا افغانستان میں اینٹی طالبان عناصر کی باہمی چپقلش طالبان کو مزید مضبوط کرے گی۔ ابھی وہ اسی غم سے نڈھال تھے کہ ہلمند میں طالبان کی پیٹھ میں گھونپنے کے لیے تیار کیا جانے والا خنجر خود نیٹو فورسز ہی کو گھائل کر گیا ہے، اس نئے حادثے نے انہیں سخت بدحواس کر دیا ہے۔ ہم اپنے ان بھائیوں کو کئی بار سمجھا چکے ہیں کہ امریکہ افغانستان میں تاریخ کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ وہ ایک ایسی قوم کو کنٹرول کرنے اور غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے جس کا پیٹ خالی ہوتا ہے لیکن اس کی پیٹھ پر اسلحہ لدا ہوتا ہے۔ افغانستان کو ایک مرتبہ فتح کر لینا کسی بھی بڑی قوت کے لیے کبھی مسئلہ نہ تھا۔ اصل بات تو وہاں اپنے پاؤں جمانا تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر فاتح کو محسوس ہوا کہ وہ دلدل میں پھنس گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکی صدر اوباما کو اس کا کسی نہ کسی درجہ میں ادراک ہے، اسی لیے اس نے اپنے کمانڈروں کو ٹائم فریم دیا ہے کہ جو جنگی کارروائی کرنا چاہتے ہو اس ٹائم فریم میں کر لو۔ اس کے بعد میں فریقِ مخالف سے مذاکرات کروں گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اوباما کی باگ جن قوتوں کے ہاتھوں میں ہے وہ اسے اس کی اجازت دیں گی؟ ہم ان سیکولر حضرات سے تعزیت تو اس وقت ہی کریں گے جب امریکی افغانستان سے سر پر پاؤں رکھ کے بھاگ رہے ہوں گے اور یہ ننگے پاؤں سر پر خاک ڈالے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے بھاگتے بھاگتے کہہ رہے ہوں گے "اکیلے نہ جانا" فی الحال یہی کہے دیتے ہیں صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔

ادھر ہماری وفاقی اور پنجابی حکومت اپنی کشکول کی میراث عوام کو منتقل کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ عوام دن بھر دھکے کھاتے لاٹھیوں کی ضربیں اپنے جسموں پر سہلاتے قطار اندر قطار آٹے اور چینی کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عوام کو ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لیے خیراتی انداز اپنانے پر مجبور کیوں کیا جا رہا ہے۔ ایسی معاشی پالیسیاں کیوں نہیں روبہ عمل آتیں کہ فری مارکیٹ میں اشیاء کا حصول آسان اور سستا ہو۔ پنجاب کے خادمِ اعلیٰ کی خدمتِ عالیہ میں ہم درخواست گزار ہیں کہ وہ 2 روپے کی روٹی اور سستا آٹا و چینی پر اربوں روپے کی سبسڈی دے کر عوام کو بھیک منگے نہ بنائیں، بلکہ اس سرمایہ کو پیداواری منصوبوں میں انوسٹ کر کے لوگوں کے لیے روزگار فراہم کریں، انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کریں، جس سے اُن کی قوتِ خرید میں بھی اضافہ ہوگا اور وہ بارش اور دھوپ میں قطاروں میں کھڑے ہو کر انتظامیہ کے ذلت آمیز رویے سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اردو زبان کا محاورہ عقل پر پردہ پڑنا یا آنکھوں پر پردہ پڑنا ہے، (باقی صفحہ 7 پر)

# ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام

(گزشتہ سے پیوستہ)

میں اصل کا خاص سومناتی — آبا مرے لاتی و مناتی
تو سیّدِ ہاشمی کی اولاد — میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں — پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے — اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز — سُن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز
انجامِ خرد ہے بے حضوری — ہے فلسفہ زندگی سے دوری!
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت — ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!
دیں مسلکِ زندگی کی تقویم — دیں سِرِّ محمدؐ و براہیمؑ!
”دل در سخنِ محمدیؐ بند — اے پورِ علیؓ ز بوعلی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نداری — قاید قرشی بہ از بخاری“

6۔ اقبال کے اجداد چونکہ کشمیری پنڈت (برہمن) تھے، اس حوالے سے علامہ نے اس شعر میں فرمایا ہے کہ میں (پیدائش کے اعتبار سے) نسلاً برہموں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے باپ دادا کا سومنات کے پجاری ہندوؤں اور لات ومنات جیسے بُت پوجنے والوں سے خاص واسطہ رہا ہے۔ اس کے باوجود میں اسلام کے دستور اور طور طریقے اور نبیؐ کے افکار کو بلند کرتا ہوں، لیکن تُو مسلمان کے گھر پیدا ہو کر بھی غیر مسلموں کے خیالات رکھتا ہے۔

7۔ اے سیدزادے! تو نبی کریم ﷺ کے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور میرا جسم برہموں کے گھر پیدا ہوا ہے۔ میں تو برگساں اور ہیگل سے متاثر نہ ہو سکا اور تو ہاشمی ہوتے ہوئے ان سے متاثر ہے۔

8۔ میں فلسفے سے ناواقف نہیں ہوں۔ یہ میرے جسم میں سمایا ہوا ہے۔ میرے دل میں بسا ہوا ہے۔ میں تو اس کی اچھائی بُرائی سے واقف ہوں، لیکن تو واقف نہیں ہے۔ افسوس ہے تجھ پر جو فلسفے کی بُرائی کو اپنائے ہوئے ہے۔

9۔ اقبال کسرِنفسی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں اگرچہ کوئی ہنر نہیں جانتا، لیکن فلسفے کی رگ رگ سے ضرور واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ انسان کو اصلیت اور حقائق سے دور لے جاتا ہے اور اس کی خودی کی نفی کرتا ہے۔

10۔ اے فلسفہ زدہ! تیرے جنونِ عشق کا شعلہ تپش نہیں رکھتا، کیونکہ تیرا جنون، عشق پر نہیں، عقل پر اعتماد کیے ہوئے ہے۔ آ، میں تجھ کو عشق سے روشن کرنے والی باریک بات بتاؤں۔

11۔ عقل اور فلسفے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تجھ کو زندگی کی حقیقتوں سے دُور کر دیتا ہے۔ اس کا انجام حضوری یعنی اللہ تک رسائی نہیں، بلکہ اس سے دوری ہے۔

12۔ یوں سمجھو کہ فلسفے کے افکار ایسے نغمے ہیں جن میں کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ زندگی کو عمل نہیں، بے عملی سکھاتے ہیں۔ انسان میں جو عمل کچھ کرنے کا اور حقیقت تک پہنچنے کا ذوق ہوتا ہے، اُس کو یہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتے ہیں۔

13۔ اے فلسفہ زدہ سیدزادے! زندگی کی جنتری، زندگی گزارنے کا فلسفۂ نظام الاوقات نہیں ہے، دینِ اسلام ہے۔ یہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راز ہے۔ فلسفہ چھوڑ اور اُس راز کو سمجھ، تاکہ زندگی کی حقیقت ہاتھ آئے۔

14۔ اے فلسفہ زدہ سیّد! تُو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیروکار بن۔ فلسفی بوعلی سینا کے پیچھے کیوں چلتا ہے۔ کب تک تُو اس عمل کو اپنائے رکھے گا۔ اپنا دل پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی باتوں میں لگا۔ جو کچھ اُنہوں نے اپنی حدیث میں کہا ہے یا جو کچھ ان پر نازل شدہ قرآن میں آیا ہے، اُس پر عمل کر۔ (یہ فارسی شعر مشہور فارسی شاعر خاقانی کا ہے)

15۔ اے شخص! جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھ نہیں رکھتا تو تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تُو قرشی (حضرت محمدؐ) کو اپنا قائد بنا لے اور بخاری (بوعلی سینا) کو چھوڑ دے۔ ہاں اگر تجھے میری طرح زندگی کے راستے کا پوری طرح علم ہو جائے اور فلسفے کی اونچ نیچ کا پتا چل جائے تو پھر بوعلی سینا کو پڑھنا نقصان دہ نہ ہوگا، کیونکہ تجھے علم ہو جائے گا کہ عقل نے کہاں ڈنڈی ماری ہے۔

### یہود کی سرکشی اور اُن پر آنے والے

# دو بڑے عذابات

**مقام غور ہے کہ شریعت سے انحراف اور بغاوت کی مجرمانہ روش اپنا کر کہیں ہم بھی عذاب الٰہی کو دعوت تو نہیں دے رہے!**

**مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 14 اگست 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

[گزشتہ سے پیوستہ]

آگے فرمایا:

﴿ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

"اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی، تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے اُن پر مہربانی فرمائی (لیکن) پھر اُن میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور اللہ اُن کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

یہودی اپنے جرائم میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ انہوں نے انبیاء کرام کی تکذیب بھی کی اور انہیں قتل بھی کیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ ہمارے کرتوتوں کے باوجود ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی، حالانکہ انہیں اپنے ہر ہر عمل کا روزِ محشر حساب دینا ہے۔ اپنی اس سوچ کی بنا پر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اندھا دھند منکرات کا ارتکاب کرنے لگے۔ اللہ کے احکام کی دھجیاں بکھیرنا اور شریعت کا مذاق اڑانا اُن کا معمول بن گیا۔ اللہ نے انہیں بہت ڈھیل دی، اُن کی رسی دراز کی کہ یہ اللہ کی سنت ہے، وہ فوراً نہیں پکڑتا، لیکن جب وہ باز نہ آئے تو اُس نے اُن پر بڑے بڑے عذاب مسلط کیے۔ اس مقام پر عذاب کا تذکرہ حذف ہے، صرف اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ عذاب کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے۔ وہاں فرمایا گیا کہ (ترجمہ) "اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوسری بار تم کو اُن پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو جماعت کثیر بنا دیا۔ اگر تم نیکوکاری کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے کرو گے، اور اگر اعمالِ بد کرو گے تو (اُن کا) وبال بھی تمہاری ہی جانوں پر ہو گا۔ پھر جب دوسرے (وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں، جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر اُن کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (پہلا سا سلوک) کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔"

یہاں یہودیوں پر دو بڑے عذابوں کا ذکر ہے۔ اس پہلا بڑا عذاب 587 ق م بخت نصر کے ہاتھوں آیا۔ اس عذاب کا طویل تاریخی پس منظر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جب یہود نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا تو اس کی انہیں سزا یہ ملی کہ چالیس سال تک صحرا میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ اس دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں بنی اسرائیل کی نئی نسل نے جہاد کیا۔ چنانچہ فلسطین میں اُن کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ حکومت تین، چار سو سال میں پورے طور پر مستحکم ہوتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی۔ یہ بنی اسرائیل کی تاریخ کا سنہری دور ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے بعد پھر دینی زوال شروع ہو گیا۔ یہودیوں کی عظیم سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک اسرائیل اور دوسری جوڈیا۔ ان دونوں کے درمیان بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ دین سے دوری اور باہمی جنگ و جدل سے یہودی بہت کمزور ہو گئے۔ یہی وہ وقت تھا جب اُن پر عراق سے بخت نصر نے حملہ کیا۔ اس حملے میں کئی لاکھ یہودی قتل کر دیے گئے۔ بیت المقدس مسمار کر دیا گیا۔

**وہ قوم جو زمین پر اللہ کی نمائندہ ہو، جس کو شریعت دی گئی ہو، اللہ نے اُس کی طرف رسول بھیجا ہو، اگر وہ دین سے بے وفائی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس قوم کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے**

بخت نصر سے ذرا پہلے اشوریوں نے حملہ کر کے اسرائیل کی حکومت ختم کر دی تھی اور بخت نصر نے جوڈیا کی یہودی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ جو یہودی بچ گئے، بخت نصر اُن کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر عراق لے گیا، جہاں وہ ڈیڑھ سو برس تک عراق کی غلامی میں رہے۔ یہودیوں کی عراق سے نفرت کا تاریخی سبب بھی یہی ہے۔

اس کے بعد جب شاہ ایران ذوالقرنین نے عراق پر حملہ کر کے اسے فتح کر ڈالا، تو اُس نے یہودیوں کو عراقیوں کی غلامی سے رہائی دلائی کہ جاؤ اپنے علاقوں میں جا کر آباد ہو جاؤ۔ چنانچہ اب وہ دوبارہ بیت المقدس آئے، اور اُسے آباد کیا۔ حضرت عزیرؑ کی دعوت واصلاح کے نتیجے

ان کے اندر ایک نیا ولولہ پیدا ہوا۔ ایمان ویقین اور تقویٰ کی بدولت اُن کی مستحکم حکومت قائم ہوئی۔ یہ حکومت چند ہی سالوں میں بہت بڑی حکومت بن گئی۔ یہ وہ

> **ملک میں سیکس ورکرز کے نام سے فاحشہ عورتوں کے اجتماعات اور ہم جنس پرستی کے فروغ کے لیے تربیت گاہوں کا انعقاد دجالی فتنے کی اشاعت کی شرمناک جسارت اور اسلام سے کھلم کھلا انحراف اور بغاوت ہے**

عظیم مقابی سلطنت تھی، جس کا رقبہ اُس سلطنت سے بھی زیادہ تھا، جو حضرت سلیمانؑ کے دور میں تھی۔ یہودیوں کا یہ دوسرا دور عروج ہے۔ لیکن پھر کیا ہوا، یہودیوں نے جب شریعت سے بے وفائی کی، منکرات اور گناہوں میں جری ہوگئے، سرکشی اور شیطنت ان کا شعار بن گئی تو پھر پہلے تو 63 ق م رومی شہنشاہ نے حملہ کر کے فلسطین کو فتح کر لیا۔ اگرچہ بہت زیادہ قتل عام تو نہیں ہوا، لیکن یہودیوں کی مقابی سلطنت ختم ہوگئی۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی تو یہودیوں نے اُنہیں اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑے بڑے معجزات پیش کئے، بجائے اس کے یہودی یہ معجزات دیکھ کر ایمان لے آتے، انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جادوگر قرار دے دیا اور یہودی علماء نے اِن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا بلکہ اپنے تئیں انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھوا بھی دیا، یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے اُنہیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔

بہرحال یہودیوں کا شریعت سے غداری کا جرم ناقابل معافی تھا۔ اس جرم کی پاداش میں اُن پر دوسرا بڑا عذاب آیا۔ یہ عذاب 70 عیسوی میں رومی جرنیل طیطلس کے ہاتھوں آیا۔ طیطلس نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ کئی لاکھ یہودیوں کو قتل کیا۔ بیت المقدس کو دوبارہ مسمار کیا اور اس کی بنیادیں تک کھود ڈالیں، اور یہودیوں کو فلسطین سے بے دخل کر دیا۔ تب سے یہودی دنیا بھر میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اُن کا یہ پیریڈ تقریباً 1900 سال سے چلا آتا تھا تا آنکہ 1917 میں اعلان بالفورڈ کے نتیجے میں انہیں اسرائیل میں قیام کی اجازت ملی، اور 1948ء میں اسرائیل کی غاصب ریاست کی صورت میں وہ یہاں قبضہ جمانے میں کامیاب ہوگئے، جس کے بعد وہ دنیا بھر سے اکٹھے ہونے لگے۔

یہودیوں پر اللہ کے انعامات اور عذابوں کے معاملے میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔ بنی اسرائیل پر اللہ نے فضل کیا، انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔ اُن میں رسول آئے، کتابیں آئیں، شریعت آئی، لیکن جب انہوں نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی تو اُن پر بڑے بڑے عذاب آئے۔ ہم مسلمانوں پر بھی اللہ نے بڑا فضل کیا ہے۔ ہمیں اپنے محبوبؐ کا امتی بنایا، قرآن جیسی عظیم کتاب عطا کی، کامل شریعت اور ضابطۂ حیات دیا۔ اگر ہم اس قدر احسانات کے باوجود بھی شریعت سے بے وفائی کریں گے تو پھر ہمارے ساتھ بھی وہی ہوگا جو یہودیوں کے ساتھ ہوا۔ اور ہماری تاریخ میں ایسا عملاً ہوا بھی ہے۔ مسلمانوں پر چھوٹے چھوٹے عذابوں کے علاوہ بڑے عذاب بھی آئے ہیں۔ اسی عذاب کا ایک مظہر پورے عالم اسلام پر یورپی طاقتوں کی حکمرانی تھی۔ اگرچہ گزشتہ صدی میں مسلم ممالک یورپی کلونیل رول سے آزاد ہوگئے اور انہیں خود مختاری حاصل ہوگئی، جن میں ایک خود ہمارا ملک بھی ہے، تاہم یہ آزادی محض اسی قدر ہے کہ گوری چمڑی والے چلے گئے، اور ان کے کالی چمڑی والے ذہنی غلام مسلمانوں پر مسلط ہوگئے۔ چنانچہ ذہنی وفکری اور معاشی واقتصادی اور تہذیبی وثقافتی غلامی تا حال برقرار ہے، بلکہ اب تو یہ اور بھی گہری ہوتی جارہی ہے۔ وطن عزیز کے حالات ہی کو دیکھ لیجئے، ہم بیرونی اداروں کی خیرات کے سہارے چل رہے ہیں۔ قرضہ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ قرضے کی ہر نئی قسط ہماری غلامی کے شکنجے کو اور کس دیتی ہے۔ ہماری نسلیں غلام بن رہی ہیں۔ یہ رسوائی اور غلامی دراصل شریعت سے روگردانی کی وہی سزا ہے جو اس سے پہلے یہودی پاتے رہے ہیں۔

دیکھئے، اللہ کا ایک قانون ہے جو پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ یوں تو دنیا میں سب لوگوں کو کھلی چھوٹ ہے، وہ جو چاہیں کریں ان کی سزا انہیں آخرت میں ملے گی کہ وہی اصل دار الجزاء ہے۔ اگر کوئی نیکی کے راستے پر بڑھنا چاہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکی کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جو شیطان کے راستہ پر چلنا چاہے، اللہ اُس کے لیے یہ راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اصل سزا و جزا آخرت میں ہوگی۔ لیکن وہ قوم جو زمین پر اللہ کی نمائندہ ہو، جس کو شریعت دی گئی ہو، اللہ نے اُس کی طرف رسول بھیجا ہو، اگر وہ دین سے بے وفائی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس قوم کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور اگر شریعت سے وفاداری کرے، تو اس کی جزا دنیا میں بھی سربلندی اور کامرانی کی صورت میں عطا کرتا ہے۔ یہی بات نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سمجھائی ہے کہ:

((ان اللّٰہ یرفع بھٰذا الکتٰب اقواماً و یضع بہ اٰخرین))

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے قوموں کو اُٹھائے گا اور اسی کو چھوڑنے کی پاداش میں انہیں گرا دے گا۔“

بلاشبہ کتاب وشریعت کی پیروی ہی مسلمان قوموں کی سربلندی کا باعث بنتی ہے اور اس سے انحراف ہی انہیں ذلت و رسوائی کے کنویں میں گرا دیتا ہے۔ یہ اللہ کا اٹل اصول ہے۔ لہٰذا آج ہم اگر ملک کو صحیح معنوں میں مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا بنیادی تقاضا شریعت کا اتباع اور اُس کا نفاذ ہے، ورنہ ذلت و رسوائی کے صحرا میں یونہی بھٹکتے رہیں گے۔ امریکہ یونہی ہماری آزادی و خود مختاری کے پرخچے اُڑاتا رہے گا۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا، اسلام کے نام پر حاصل نہ بھی کرتے پھر بھی زمین پر اللہ کی نمائندہ امت کی حیثیت یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام، اللہ کی شریعت کو قائم ونافذ کرتے، مگر افسوس کہ ہم نے شریعت سے روگردانی کی۔ مغربی نظام اور دجالی تہذیب کو گلے لگائے رکھا۔ اب تو ہماری جسارتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ پچھلے دنوں کراچی میں حیا باختہ فاحشہ عورتوں کا جنہیں ”سیکس ورکرز“ کہا جارہا ہے، کا اجتماع منعقد کیا گیا ہے۔ یہ دراصل دجالی فتنے کا ظہور ہے۔ امریکہ اور صیہونی جو نیو ورلڈ آرڈر کے علمبردار اور دجالی فتنے کے سرخیل ہیں، سمجھتے ہیں کہ مشرقی دنیا بالخصوص عالم اسلام میں شرم وحیا کی کچھ اقدار ابھی باقی ہیں، جو ہمارے نظام کی ترویج کی راہ میں رکاوٹ ہیں، لہٰذا ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ معاشرتی طور پر جیسے مغربی معاشرہ ہے، اسی طرح مسلمان معاشروں کو بنا دیا جائے۔ مغرب میں عصمت فروشی (prostitution)

کوئی گناہ شمار نہیں ہوتا، بلکہ ایک ذریعہ معاش ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی جسم فروشی اور عصمت فروشی کو کمائی کا ذریعہ بنالیں۔ اور جو لوگ اس دھندے میں ملوث ہوں، انہیں بُرا نہ سمجھا جائے، بلکہ دوسرے محنت کشوں کی طرح عزت واحترام دیا جائے۔ چند سال پہلے بیجنگ اور قاہرہ کانفرنسیں اسی مقصد کے لیے ہوئی تھیں۔ ان میں یہی ایجنڈا پاس ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک میں ہم جنس پرستی کے فروغ کے لیے بھی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے تربیت گاہیں ہو رہی ہیں —— یہ طرزِ عمل درحقیقت اسلام سے کھلا انحراف بلکہ بغاوت ہے۔ اسلام کے نزدیک ان کی انسانی زندگی میں اصل شے حیا ہے۔ حیا انسانیت ہے۔ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ حیا سے محرومی انسان کو مقامِ انسانیت سے گرا دیتی اور اسے حیوان بنا دیتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم سے حیا چلی جائے تو پھر تم آزاد ہو جو جی چاہے کرو"۔ حیا کے پاکیزہ جوہر کو برقرار رکھنے کی خاطر ہی اسلام نے جنسی جرائم کی بہت روک ٹوک کی اور ان پر سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ اسلام جس قسم کا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے، وہ حیا سے معطر معاشرہ ہے۔ چنانچہ اُس نے زنا اور دور دور تک اُس کے راستوں کو بھی مسدود کیا ہے۔ اسلام نے ستر وحجاب کے احکام دیے ہیں۔ مغرب میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ اسلامی حکومت کا کام یہ ہے کہ بے حیائی کی طرف جانے والے راستوں پر ٹوک لگائے۔ مخلوط معاشرت کی بجائے ستر وحجاب کو فروغ دے۔ نکاح کو آسان بنائے۔ افسوس کہ ہم اس کے الٹ سمت چل رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ناروا رسومات اور بے جا اخراجات کی وجہ سے نکاح کو انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے جبکہ زنا کے راستے کھلے ہیں اور جنسی جذبے کو مشتعل کرنے والی چیزیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اور اب "سیکس ورکرز" کے نام سے حیا باختہ اور فاحشہ عورتوں کے اجتماع کے انعقاد سے صاف عیاں ہے کہ ہم باقاعدہ طور پر مغربی ایجنڈے کے تحت اپنے معاشرہ کو جنسی غلاظتوں سے گندا کرنے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ آپ سوچیے، کیا یہ چیز اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ اللہ ہمیں شریعت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور عذاب اور تباہی سے بچائے (آمین)

## بقیہ: اداریہ

ہماری مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا حال یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مکمل حواسِ خمسہ پردہ پوش ہیں۔ مارکیٹ کا عام فہم اصول یہ ہے کہ قیمتوں کا تعلق ڈیمانڈ اینڈ سپلائی سے ہوتا ہے۔ جس شے کی سپلائی وافر اور عام ہوگی نہ کوئی مہاجن اسے ذخیرہ کرے گا نہ اس کی مہنگائی ہوگی، لہٰذا مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے چھاپے مارنا اور گرفتاریاں کرنا یہ بندر جیسی اچھل کود ہے۔ کسی بھی طرح گڈ گورننس نہیں ہے۔ چینی کو لے لیں، فروری میں یہ بات زبان زدِ خاص وعام تھی کہ چینی ملکی ضرورت سے کم ہے۔ اگر مارچ میں چینی درآمد کر لی جاتی تو چینی کبھی مہنگی نہ ہوتی اور باآسانی دستیاب بھی رہتی۔ اصل میں ہمارے حکمران اس لونڈے کی طرح "چلتے" ہیں جو اہلِ محلہ کی چیزیں اٹھا اٹھا کر اپنے گھر پھینکتا تھا۔ حکمران اور سیاست دان جن کی اپنی شوگر ملیں ہیں، اگر مارچ میں چینی اور امپورٹ کر لیتے تو ان کی ملوں کی چینی اتنی گراں کیسے بکتی۔ سیاست دان چینی کی قیمت جب ٹاپ پر لے گئے اور اپنی چینی فروخت کر لی تو اب مہنگائی کا شور وغوغا اور چھاپوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس مرتبہ افغانستان اور چینی کی خبروں پر اکتفا کرتے ہیں۔ یار زندہ صحبت باقی!

راجا محمد بلال ایڈووکیٹ

# دینی فرائض کا جامع تصور

(منظوم بیان)

ہے نسبتِ ایمان و عمل، ہادیٔ رحمت
تحریکِ انقلاب ہے تحریکِ خلافت
اسلام کی، تقویٰ کی روش دل میں جگا کر
اللہ کو ربّ مان کر معبود بنا کر
بیعت ہو سمع و طاع کی بنیاد پہ آ کر
ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم جھکا کر
ایمانِ حقیقی ہی ہو بنیادِ عبادت
تحریکِ انقلاب ہے تحریکِ خلافت
دعوت ہو ہر اک شخص کو کل دینِ مبیں کی
تبلیغ وصیت ہے مدینے کے مکیںؐ کی
معروف پہ ہاں کہتے ہیں، منکر پہ نہیں کی
قائم ہو شہادت پہ سبھی خلق زمیں کی
دیں کا ہے تقاضا ہو ادا کارِ رسالت
تحریکِ انقلاب ہے تحریکِ خلافت
قائم کریں گے دینِ محمدؐ جہان پر
"تکبیرِ ربّ" لکھا ہوا ہے آسمان پر
اظہارِ دینِ حق کی بنا ہے قرآن پر
کلمہ ہو دینِ اللہ کا غالب زمان پر
سر پہ کفن ہیں دل میں جواں شوقِ شہادت
تحریکِ انقلاب ہے تحریکِ خلافت

# ارشاد احمد ''حقانی'' کی احقاقِ حق سے روگردانی

روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے ارشاد احمد حقانی کے کالم کے جواب میں
بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا وضاحتی مراسلہ

محترم مدیر اعلیٰ روزنامہ جنگ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

ماہ جون کے دوران میں ملک سے باہر تھا۔ اس دوران میں محترم ارشاد احمد حقانی صاحب نے اپنے ایک کالم مطبوعہ 27 جون میں کراچی کے جناب راجہ فتح خاں صاحب کا خط شائع کیا' جس میں ایک تو مفصل گفتگو اس موضوع پر تھی کہ پاکستان کے جملہ مصائب اور مسائل کا سبب یہ ہے کہ یہاں ''مولویوں'' نے مذہب اور ریاست کو یکجا کرنے کی کوشش کی' ---- میں نے اس پر بھی اپنے جوابی مراسلے میں اپنا اختلافی نقطہ نظر بیان کیا' ---- لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ مکتوب نگار نے مجھ پر یہ جھوٹا اور بالکل بے بنیاد الزام لگایا کہ میں اہل تشیع کو کافر سمجھتا ہوں' ---- آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ادھر بعض جزوی مسائل میں اختلاف کی بنا پر شیعہ حضرات مجھ سے ویسے بھی ناراض ہیں' لیکن اس الزام اور بہتان کا نتیجہ تو لامحالہ یہ نکلے گا کہ جلتی آگ پر مزید تیل پڑ جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی بھی پرزور نفی کی۔

اب ایک مہینہ ہو چکا ہے لیکن میرے اس جوابی مراسلے کی اشاعت نہیں ہو سکی۔ غالباً حقانی صاحب کی علالت طبع کے باعث ان کے اہل خانہ انہیں نہ فون پر بات کرنے دیتے ہیں' نہ ہی انہوں نے میرے مکتوبات جو میں نے دستی طور پر ان کے دولت خانے پر پہنچائے تھے انہیں دیے گئے!

بہر حال اب میں اپنا یہ مراسلہ آپ کو ارسال کر رہا ہوں کہ اسے ''ارشاد احمد حقانی صاحب کے نام ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک وضاحتی خط'' کے عنوان سے مستقل کالم کے طور پر شائع کر دیجیے۔

معاملے کی اہمیت کے باعث آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی اشاعت بہت ضروری ہے۔ بصورت دیگر شاید میں کسی وکیل کی وساطت سے نوٹس بھجوا کر عدالتی چارہ جوئی کروں۔ جبکہ میری ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے' فقط

والسلام مع الاکرام

(ڈاکٹر اسرار احمد)

08-08-09

☆☆☆☆☆☆☆

محترمی برادرم ارشاد احمد حقانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

میں پچھلے ماہ ملک سے باہر (جنوبی افریقہ کے سفر پر) تھا۔ اسی دوران آپ نے اپنے ایک کالم میں کراچی کے راجہ فتح خان صاحب کا مراسلہ شائع کیا تھا۔ جس کا اصل مضمون تو یہ تھا کہ پاکستان کے حالات کی ساری خرابی کا اصل سبب یہ ہے کہ یہاں مذہب اور ریاست کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ اس ضمن میں مکتوب نگار نے اس قسم کی کوششیں کرنے والے جملہ افراد اور جماعتوں پر شدید تنقید ہی نہیں کی بلکہ ان کا نامناسب استہزاء بھی کیا۔ پھر آخر میں چلتے چلتے بالکل بے محل انداز میں میرے بارے میں کہہ دیا کہ میں اہل تشیع کو کافر سمجھتا ہوں۔ یہ ایک غلط بیانی ہی نہیں صریح تہمت اور بہتان ہے' جس کی تردید لازمی ہے ---- میں نے آج تک نہ اپنے کسی خطاب میں یہ بات کہی' نہ کسی تحریر میں درج کی۔ مجھے ان لوگوں سے شدید اختلاف ہے جو شیعوں کو علی الاطلاق غیر مسلم قرار دیتے ہیں۔ البتہ ایسے غالی لوگوں کا معاملہ جدا ہے جو حضرت علیؓ کو الوہیت کا مظہر (یعنی GOD-INCARNATE) قرار دیں' یا خلفائے ثلاثہ اور بعض ازواج مطہرات کو کافر قرار دیں' یا یہ کہیں کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے اصل نہیں' اصل تو وہ تھا جو حضرت علیؓ نے مرتب کیا تھا اور جواب غائب امام کے پاس ہے جو ایک غار میں روپوش ہیں' ایسے لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی خالص انفرادی طور پر' اور مناسب عدالتی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد' تاہم میرے علم کی حد تک اثنا عشری شیعوں کا کوئی بھی معتبر عالم ان میں سے کسی بات کا قائل نہیں ہے۔ بہر حال اس کی تردید کی اشاعت آپ کے ذمے ہے' ورنہ بہتان طرازی کے جس گناہ کا ارتکاب آپ کے مکتوب نگار نے کیا ہے اسے لاکھوں لوگوں تک پھیلانے کا گناہ آپ پر لازم آئے گا ---- دوسری بات جو مکتوب نگار نے کہی یعنی یہ کہ میں شیعوں کو کافر سمجھنے کے باوجود ''اتحاد بین المسلمین'' کا داعی ہوں ---- تو اس ضمن میں بھی یہ تصحیح ضروری ہے کہ اتحادِ اسلامی کی خواہش تو یقیناً میرے دل میں بھی ہے' اور میرے نزدیک کوئی مسلمان ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس کے دل میں یہ آرزو نہ ہو۔ لیکن میں اس کا ''داعی'' ہرگز نہیں ہوں' اور میرا معاملہ وہی ہے جو علامہ اقبال کا تھا کہ وہ وحدتِ ملی کے سب سے بڑے حدی خواں ہونے کے باوجود اپنے خطبات میں صاف لکھتے ہیں کہ اس وقت بالفعل کوئی اُمت مسلمہ موجود نہیں ہے بلکہ بہت سی ''مسلم اقوام'' ہیں' جنہوں نے اب مغربی استعمار کے خاتمے کے بعد لگ بھگ ساٹھ مسلمان مملکتوں کی صورت اختیار کر لی ہے۔ میرے نزدیک اُمت مسلمہ میں ہزار سالہ زوال و اضمحلال کے عمل کے باعث ایسے مُزمن امراض نے جڑ پکڑ لی ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے اس کے مجموعی طور پر وحدت میں ڈھلنے کا امکان نہیں ہے۔ اب تو ضروری ہے کہ اس منتشر اُمت میں سے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۴ کے مطابق ایک نئی جماعت (یا بڑی اُمت کے اندر ایک چھوٹی اُمت) ایسی پیدا ہو جو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے تو جب اللہ کو اُمت محمد ﷺ کے لیے خیر منظور ہو گا اس منتشر اُمت کے جملہ گروہوں کے مخلص لوگ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح اُمت کی ''تجدید'' ہو جائے گی ---- البتہ سردست اُمت کے مختلف عناصر میں ''مفاہمت'' کے لیے کوشش کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب ''شیعہ سنی مفاہمت کی اہمیت اور ضرورت'' کے موضوع پر لکھی ہے جسے لکھنؤ (بھارت) کے ایک بڑے شیعہ عالم

جوہر سال کراچی کے مرکزی مقام پر محرم کی مجالس پڑھنے پاکستان تشریف لاتے ہیں یعنی علامہ کلب صادق صاحب نے بہت پسند فرمایا اور اسے کافی بڑی تعداد میں خرید کر شیعہ احباب میں تقسیم کیا۔

جہاں تک جناب راجہ فتح خان صاحب کی پاکستان میں مذہب اور ریاست کو باہم گڈمڈ کرنے کی کوششوں پر تنقید کا تعلق ہے تو میرے خیال میں موصوف تشکیل پاکستان (GENESIS OF PAKISTAN) کے عمل سے سرے سے ناواقف ہیں۔ اس ضمن میں اگر وہ صرف چند حقائق پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو مجھے اُمید ہے کہ ان کی رائے تبدیل ہو جائے گی۔ وہ حقائق یہ ہیں:

1- مسٹر محمد علی جناح اپنے سیاسی کیریئر کے آغاز میں لبرل اور سیکولر خیالات کے حامل بھی تھے اور وطنی قومیت کے قائل نیشنلسٹ بھی۔ چنانچہ وہ ہندوستان میں موجود ہونے کے باوجود 1906ء میں مسلم لیگ کی تاسیس کے وقت اس میں شامل نہیں ہوئے بلکہ وہ کانگریس میں شامل تھے اور اس وقت کے کانگریس کے صدر دادا بھائی نوروجی کے سیکرٹری تھے —— پھر 1913ء میں مولانا محمد علی جوہر کے زور دینے پر مسلم لیگ میں شامل ہوئے تب بھی کانگریس کی رکنیت بھی برقرار رکھی —— اور 1930-1929ء تک انہوں نے سرتوڑ کوشش کی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین مفاہمت پیدا ہو جائے لیکن جب اس میں انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو انڈین سیاست سے دلشکستہ ہو کر انگلستان چلے گئے اور وہاں مکان خرید کر پریکٹس شروع کر دی۔ اور اس طرح گویا تحریک مسلم لیگ کا ایک باب ختم ہو گیا۔ جس کے دوران ساری جدوجہد اسی ایک نکتے پر مرکوز رہی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین مصالحتی فارمولا پر اتفاق ہو جائے جس کے ذریعے آزادی کے بعد ہند میں مسلمانوں کے تشخص اور حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

2- لیکن عین اسی وقت دسمبر 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد کے ذریعے علامہ اقبال مسلم لیگ کے افق پر ایک خورشید تازہ کی مانند طلوع ہوئے۔ اور ان کے خطبے نے جہاں مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کو عمرانیات کے مسلمہ اصولوں کے مطابق مدلل کیا' وہاں ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک مسلمان مملکت کے قیام کی نوید بھی سنائی اور اس پر اس حد تک اذعان کا اظہار کیا کہ اسے تقدیر مبرم (DESTINY) سے تعبیر کیا —— اور سب سے بڑھ کر احیائے اسلام کا ایک امکان پیش کیا کہ اگر ایک علیحدہ مسلم مملکت قائم ہو گئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ اور دھبے عرب ملوکیت (ARAB IMPERIALISM) کے دور میں لگ گئے تھے انہیں دھو کر اسلام کا ایک ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں جس میں ملوکیت سے قبل کے اسلامی نظام (گویا نظامِ خلافت راشدہ) کے اصول بھی کارفرما ہوں اور عہد جدید کے تقاضے بھی پورے ہوں! یہ ہے وہ چیز جسے ''نظریۂ پاکستان'' سے تعبیر کرنا صدفی صد درست ہے۔ اور یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ تاریخ مسلم لیگ کو تو 1906ء سے شروع کرنا درست ہے لیکن ''تحریک پاکستان'' کا اصل آغاز 1930ء کے مسلم لیگ کے الٰہ آباد کے سیشن سے ہوا اور علامہ اقبال بجا طور پر مفکر و مصور پاکستان ہی نہیں ''مبشر'' پاکستان بھی ہیں۔

3- نظریۂ پاکستان کا یہی انجکشن علامہ اقبال مرحوم نے 1932ء کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر قیام لندن کے دوران ملاقاتوں میں محمد علی جناح کی سوچ میں لگایا —— اور انہیں دعوت دی کہ واپس ہندوستان آ کر لوگوں کو احیائے اسلام کی نوید سنائیں اور مسلم ایلیٹ پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے مسلمان عوام سے مخاطب ہوں —— چنانچہ حضرت علامہ اور بعض دوسرے لوگوں کے مشورے پر مسٹر جناح ہندوستان واپس ہوئے —— اور 1937ء سے 1947ء تک پورے دس سال انہوں نے تحریک پاکستان کے ضمن میں اسلام کی ''قوالی'' گائی —— جس کے نتیجے میں ہندوستان کے مسلمانوں کو واقعۃً ''حال'' آ گیا اور اس کے نتیجے میں ایک طرف تو مسٹر جناح مسلمانانِ ہند کے ''قائد اعظم'' قرار پائے اور دوسری طرف 1946ء کے عام انتخابات میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے بشمول ان کے جو ایسے صوبوں میں رہتے تھے جہاں وہ اقلیت میں تھے اور جن کے پاکستان میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا' مسلم لیگ کو ووٹ دے کر اسے مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت دلوا دی۔ جس کے نتیجے میں پاکستان قائم ہوا۔

4- اب ظاہر ہے کہ علامہ اقبال ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس اسلام کے ''دین'' یعنی نظام ہونے کے تصور کی تجدید کی جو لگ بھگ ہزار سال کے زوال اور اضمحلال اور خصوصاً مغربی استعمار کے محکوم رہنے کے باعث صرف ''مذہب'' بن کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام میں دین اور سیاست یا دین و دولت میں ''اتحاد'' کا راگ الاپا۔ بقول اُن کے ؎

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

اور

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری!

اب یہ حقیقت کسی عقل کے اندھے ہی سے مخفی رہ سکتی ہے کہ اگر تحریک پاکستان میں اسلام کا ''نعرہ'' نہ لگتا —— تو پاکستان کسی بھی طور سے قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

5- اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ نعرہ تو محض سیاسی ضرورت کے تحت لگایا گیا تھا ورنہ قائد اعظم حقیقتاً پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے قائل نہیں تھے تو ایسے کسی شخص کی نہ تو زبان پکڑی جا سکتی ہے نہ ہی قلم پر پابندی لگائی جا سکتی ہے' لیکن قائد اعظم کی شخصیت کے اس پہلو کو پوری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ وہ ایک نہایت کھرے انسان تھے جن کا ظاہر و باطن بالکل ایک تھا۔ اور وہ عام سیاست دانوں کی مکاری اور عیاری سے کوسوں دور تھے یہاں تک کہ ان کی شخصیت میں تصنع کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کے پورے دس سال کے بے شمار بیانات اس پر شاہد ہیں کہ وہ پاکستان میں اسلام ہی کے نفاذ کے قائل تھے اور پاکستان میں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات ہی کے قیام کو اپنا مطلوب و مقصود قرار دیتے تھے!

6- تاہم چونکہ قائد اعظم کی گہری نظر عالمی حالات اور ان کے پس منظر میں کارفرما عوامل پر تھی لہٰذا انہیں اندیشہ ہوا کہ اگر اس وقت جبکہ پاکستان کے پودے نے ابھی زمین میں جڑیں نہیں پکڑی ہیں فوری طور پر اسلام کا نعرہ لگا دیا گیا تو عالمی قوتیں بالخصوص یہودیوں کے زیر اثر ممالک جمع ہو کر اسے نیست و نابود کر دیں گے! دوسری طرف اب جبکہ ایک ایسا ملک وجود میں آ گیا ہے جس میں واضح بلکہ فیصلہ کن اکثریت مسلمانوں کی ہے تو عصر حاضر کے مقبول نظام یعنی سیکولرازم کے ذریعے بھی یہاں اسلام کا نفاذ ہو سکتا ہے اس لیے کہ اب یہ اصول عام اور مسلّم ہے کہ قانون سازی اکثریت کی رائے کے مطابق کی جائے گی —— چنانچہ یہ ہے وہ پس منظر جس میں قائد اعظم نے ایک قادیانی کو وزیر خارجہ اور ایک ہندو کو وزیر قانون بنایا۔

7- اس ضمن میں قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا صرف ایک جملہ جسٹس منیر سے لے کر آج تک کے تمام لبرل اور سیکولر مزاج لوگوں کے استدلال کی اساس ہے۔ حالانکہ اس کے بھی دو حصوں سے ایک تو بدیہی طور پر اسلامی نظام میں بھی موجود ہے یعنی غیر مسلم اقلیتوں کی مکمل مذہبی آزادی کا تحفظ اور اس کی یقین دہانی! —— البتہ صرف یہ ایک حصہ کہ "مذہب ہر انسان کا ذاتی معاملہ ہے" خواہ دنیا کے باقی تمام مذاہب کے ضمن میں صحیح ہو اسلام کے بارے میں ہرگز صحیح نہیں ہے —— تاہم اس سے جو تاڑ لیا گیا اور جو چہ میگوئی ہوئی اس کی تردید بھی چند ہی ماہ بعد (25/ جنوری 1948ء کو) قائداعظم نے کراچی ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے جلسے میں یہ کہہ کر کر دی تھی کہ "نہ معلوم کیوں بعض لوگ شرارتاً یہ بات عام کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کے مطابق نہیں ہوگا۔ (شائع شدہ روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ بابت 26/ جنوری 1948ء)

8- چنانچہ بعد میں وہی ہوا جس کا قائداعظم کو اندیشہ تھا۔ یعنی جب ان کے انتقال کے کچھ ہی دنوں کے بعد ان کے دست راست خان لیاقت علی خان کے ذریعے "قراردادِ مقاصد" پاس ہوگئی تو عالمی صیہونیت نے اولاً تو ان کو قتل کرا دیا —— اور پھر جب 1956ء میں دستور سازی نے اسلامی رخ بالفعل اختیار کر لیا تو وقت کے کمانڈر انچیف کو امریکہ بلا کر اس کی پیٹھ ٹھونکی گئی۔ چنانچہ اس نے دستور اور دستور یہ دونوں کا بستر لپیٹ کر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اور اس طرح آنے والے انتخابات کا راستہ روک کر پاکستان کی سیاسی گاڑی کو پٹڑی سے ایسا اتارا کہ پھر وہ واقعتہً اور حقیقتہً دوبارہ کبھی پٹڑی پر نہ چڑھ سکی! —— اور اس طرح جس راستے سے قائداعظم پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے خواہاں تھے وہ مسدود ہو کر رہ گیا۔ اور بالفعل پاکستان سیکولر سمت ہی میں بڑھتا چلا گیا' اور چونکہ سیکولرزم اس کی تشکیل (GENESIS) کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا لہٰذا اس کی حیثیت اس شعر کے مصداق ہوگئی کہ ؎

ہم تو فانی جیتے جی وہ میت ہیں بے گور و کفن
غربت جس کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا!

9- البتہ اس معاملے میں بہ "اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں!" کے مصداق اُس بہت بڑی غلطی کو بھی دخل حاصل ہے جو مذہبی جماعتوں کی قیادتوں نے کی یعنی بجائے اس کے کہ وہ پورا زور اس مطالباتی مہم پر صرف کرتے ہیں کہ یہاں شریعت اسلامی نافذ کی جائے' انہوں نے قومی انتخابات میں حصہ لے کر گویا اپنے آپ کو "پاور پالیٹکس" کی دلدل میں دھنسا دیا۔ بلکہ بالکل جس طرح سورۂ اعراف میں ایک نہایت عابد و روحانی شخص اپنے دینی' روحانی اور اخلاقی خول سے نکل بھاگا' تو پھر شیطان نے اس کا پیچھا پکڑ لیا اور اسے گمراہی کی آخری منزل تک پہنچا کر دم لیا —— ایسے ہی یہاں بھی پہلے پاکستان کی مذہبی جماعتوں نے انتخابی سیاست کا راستہ اختیار کیا، پھر بیرونی دشمنانِ اسلام نے پاکستان کی سیاست کے رُخ کو دین کی مخالف سمت میں موڑ کر نفاق باہمی اور زوال اخلاق کے راستے پر گامزن کر دیا' جس کا انجام آج ہمارے سامنے ہے!

فقط

ڈاکٹر اسرار احمد

## رمضان المبارک کے دوران

## حلقہ سرحد شمالی، سرحد جنوبی-------- اور ملتان شہر میں

## دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی فہرست

| نمبر شمار | مقام | مدرس |
|---|---|---|
| **حلقہ جات سرحد شمالی و جنوبی** | | |
| 1 | قرآن اکیڈمی، حلیم ٹاور نزد سٹی یونیورسٹی تشتر آباد جی ٹی روڈ پشاور* | حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی) |
| 2 | خان آباد، بی بیوڑ، ضلع دیر بالا | ممتاز بخت |
| 3 | رہائش غازی گل صاحب ڈاکخانہ پشت باجوڑ ایجنسی | سعداللہ |
| 4 | دفتر تنظیم اسلامی دیر خاص ضلع دیر بالا | ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ |
| 5 | امت ماڈل سکول بینہ ماموند، باجوڑ ایجنسی | حضرت نبی محسن |
| 6 | چنار کوٹ مسجد بٹ خیلہ، ملاکنڈ ایجنسی | قاری شاہ زرین |
| 7 | مدینہ مسجد خار بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی | قاری امیر رحمٰن |
| 8 | طورمنگ جامع مسجد | عنایت اللہ توحیدی |
| 9 | مرکز تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی بمقام ڈبر تیمر گرہ ضلع دیر پائین | ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ |
| **ملتان شہر** | | |
| 1 | قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ ملتان* | ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی |
| 2 | جامع مسجد الہدیٰ شاہ رکن عالم کالونی ملتان* | انجینئر محمد عطاء اللہ |
| 3 | جامع مسجد قرطبہ ملتان کینٹ | محمد سلیم اختر |
| 4 | مرکز تنظیم N-245 شرقی کالونی وہاڑی* | ڈاکٹر مظہر الاسلام |
| 5 | بلال ہاؤس نزد آر سی اے ہال حکیم آباد خانیوال | ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ |

* ان مقامات پر خواتین کی شرکت کا بھی انتظام ہے۔

# ماہِ رمضان: تقویٰ کی تیس روزہ تربیت

فرید اللہ خان مروت

روزہ کو عربی زبان میں ''صوم'' کہتے ہیں۔ صوم کے لغوی معنی کسی کام سے رک جانے کے ہیں، خواہ اُس کا تعلق کھانے پینے سے ہو، یا گفتگو کرنے اور چلنے پھرنے سے۔ ٹھنی ہوئی ہوا اور دوپہر کے وقت کو بھی ''صوم'' کہتے ہیں۔ کیونکہ دوپہر کے وقت سورج بظاہر وسط آسمان میں رک جاتا ہے۔ چونکہ روزے کی حالت میں مسلمان دن کے وقت کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رک جاتے ہیں، اس لئے اس حالت کو صوم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم روزے کی مقصدیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے۔

''تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے ...... تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔'' (البقرہ:183)

گویا روزہ رکھنے والے کو گارنٹی دی جارہی ہے کہ اگر تم نے روزہ تمام شرائط کے ساتھ رکھا تو تم متقی بن جاؤ گے۔ ایک مشہور قول ہے: ''چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دو، تقویٰ اسی کا نام ہے اور چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ سمجھو، کیونکہ کنکریوں ہی سے پہاڑ بنتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے یہ بات لازم ٹھہرائی گئی ہے کہ صوم کی حقیقت و معنویت حاصل کرنے کے لیے وہ گناہوں کے ارتکاب سے پوری طرح رک جائے۔ کان لغو باتیں نہ سنیں، ہاتھ کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں اور پاؤں غلط راستے کی طرف نہ چلیں اور آنکھیں ہر وہ چیز دیکھنے سے رک جائیں جسے دیکھنے سے شریعت منع کرتی ہے۔

روزہ اسلام سے پہلے بھی رائج تھا اور دنیا کے تمام مذاہب میں روزے کا وجود کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا، مگر اس کے مقاصد محدود تھے۔ اسلام نے ان محدود مقاصد کی بجائے تقویٰ کو روزہ کا مقصد قرار دیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اسلام ہی کا امتیاز ہے کہ اُس نے روزہ کے متعلق حدود وقیود میں سختی کی بجائے اعتدال کی راہ اختیار کی۔ یہودیوں کے ہاں روزے کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ افطار کے وقت ایک دفعہ جو کچھ کھالیتے ہیں، اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ پھر 24 گھنٹے تک وہ کچھ کھا ہی نہیں سکتے۔ ہندو برت کی بعض قسموں میں ہے کہ آدمی پھل جتنے کھا سکتا ہے کھالے، لیکن اناج ان کے ہاں ممنوع ہے۔ اسلام جو دین فطرت ہے وہ دوسرے امور کی طرح اس معاملے میں بھی میانہ روی کا قائل ہے۔ اس کے روزے میں صرف کھانے کے اوقات بدل دیئے گئے ہیں۔ صبح کے کھانے کی بجائے سحری ہے، اور شام کا کھانا اپنی جگہ پر بحال ہے۔ گویا اسلام ہمیں عادت کا غلام بننے کی بجائے عادت کے بدلنے پر قادر بناتا ہے۔ اس کے پیش نظر تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ مختلف موسموں میں ہمارے نفس میں ضبط وانضباط کا جوہر پیدا کرنا ہے۔

اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ دوسرے مذاہب کے روزے شمسی سال کے حساب سے ہوتے ہیں، یعنی اگر ایک مرتبہ کسی تکلیف دہ موسم میں روزے متعین ہوگئے ہیں تو ہمیشہ اسی موسم میں رکھے جائیں گے۔ اسلام نے اس معاملے میں قمری حساب کو پیش نظر رکھا ہے، تاکہ روزے سال کے مختلف موسموں میں آئیں۔

روزہ فاقہ کشی کا نام نہیں کہ خوب ڈٹ کر سحری کھائی، پھر سارا دن پڑے چارپائی توڑی اور پھر شام کو دل کھول کر افطار کیا۔ ایسے روزے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں۔ جب ہم روزہ کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ روزہ تزکیۂ نفس ہے، روزہ احساس بندگی ہے، روزہ لطافت ہے، روزہ معرفت الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ روزہ خود اپنی پہچان ہے، روزہ عبادت الٰہی ہے۔ روزہ مسلمانوں کا شعار ہے۔

فرض روزے کی برکتیں بے شمار ہیں، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس عبادت کو خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے اور اس کی تمام تر جزئیات کا خیال رکھا جائے۔ تب ہی روزہ قبولیت کا درجہ پاتا ہے، وگرنہ صرف بھوکے رہنے سے نہ تو روحانیت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی تقویٰ کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ عبادت کے لیے سہولت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:286)

''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا حکم نہیں دیتا۔''

سال میں ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں روزہ کے ذریعے جو تیس روزہ روحانی، ذہنی اور جسمانی تربیت ہوتی ہے، وہ آئندہ گیارہ مہینے تقویٰ کی زندگی گزارنے کے لیے راہیں ہموار کرتی ہے۔ تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔ ایک مرتبہ حضرت کعب بن اخبارؓ سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''کیا آپؓ کسی ایسے راستے سے گزرے ہیں جس میں خاردار جھاڑیاں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، ہاں۔ حضرت کعبؓ نے پھر پوچھا، آپؓ کیسے گزرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: اپنے کپڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتا ہوں کہ کہیں وہ جھاڑیوں میں نہ الجھ جائیں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا: بس یہی تقویٰ ہے۔''

دنیا کی یہ گزرگاہ بھی دو رویہ خواہشات اور تحریصات کی خاردار جھاڑیوں سے بھری پڑی ہے۔ متقی وہ ہے جو اس راستے میں پھونک پھونک کر قدم رکھے اور اپنے دامن کو گناہ کے کانٹوں سے بچاتا ہوا منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے کی قدر اور اس کے احکام پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُسے اُن کی اخلاقی، روحانی اور قلبی تربیت اور تزکیہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

☆☆☆

ترجمہ: محمد فہیم

جمہوریت کی برآمد اب صرف ایونجلسٹ پراجیکٹ نہیں، ویٹی کن بھی ان کے ساتھ ہے

## عیسائیت کی عالمی بالادستی کے قیام کے لیے

# صلیبیوں کی طویل المیعاد منصوبہ بندی

**Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade**

کا قسط وار اردو ترجمہ

بلاشبہ افغانستان پر حملہ میں مذہبی طور پر جذباتی لوگوں کا نمایاں کردار رہا ہے۔ اس حملہ تک اگرچہ مذہبی گروہ کی حمایت خفیہ تھی، مگر 2003ء میں عراق پر حملہ کی ویٹی کن نے برملا مکمل حمایت کی، جبکہ پہلے اس کا رویہ اس کے بالکل خلاف رہا تھا۔ اس قسم کی تبدیلیاں ہی تھیں، نہ غیر معمولی۔ ویٹی کن میں امریکی سفیر جیمز نکلسن کی کتاب "United states & the Holy Sea: The long History" مذہبی محاذ کی سیاسی مہم جوئی پر بھرپور بحث کرتی ہے۔ یہ کتاب ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور بحیرہ مقدس (مذہبی فرنٹ جس کا ویٹی کن نمائندہ ہے) کے درمیان 1788 سے اس کے سفارتی تعلقات کی ابتدا سے آج تک کے معاملات کو ایک مرتب صورت میں پیش کرتی ہے۔

کتاب کے آخری صفحات پر جیمز نکلسن رقمطراز ہے: "پوپ جان پال کے ساتھ سٹیج کردہ 9/11 حملوں کے صرف دو دن بعد کیسٹل گنڈ الفو میں تقریباً 20 منٹ کی باہمی ملاقات میں تبادلہ خیال اور دُعا کے بعد پوپ نے مجھے بتایا کہ وہ 11 ستمبر کے واقعات کو بالکل واقعی تصور کرتا ہے اور یہ کہ ہم یہ مدافعتی اقدام لینے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ یہی ملاقات تھی جس میں دہشت گردی کے خلاف مقدس کلیسا کی حمایت کی ابتداء ہوئی۔ یہ بالکل غیر معمولی بات ہے کہ پوپ اور کلیسا دونوں نے نہ صرف ہماری مدد پر رضامندی ظاہر کی بلکہ یہ حمایت آج بھی جاری ہے۔"

اس بیان سے واضح ہے کہ اعلیٰ ترین سیاسی اور مذہبی سطح پر اسلام دشمن کیمپ میں افغانستان پر حملہ سے صلیبی جنگ کی ابتدا کی توثیق کی گئی۔ یہاں چند نکات قابل توجہ ہیں۔ یہ گفتگو نائن الیون کے صرف دو دن بعد ہوئی، جس میں پوپ نے نہ صرف اس واقعہ کو مسلمانوں کی جانب سے حملہ مانا، بلکہ ایک "مدافعتی" اقدام کو حق بجانب بھی قرار دیا۔ مڈن (Maddan) کے بیان کو ذرا ذہن میں تازہ کیجئے (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) اور جس نے کروسیڈ کو ایک "مدافعتی جنگ" قرار دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیانات صلیبی تعصب پر مبنی ہیں، ورنہ طالبان نے نہ تو امریکہ پر حملہ کیا تھا اور نہ ہی اُس کے خلاف اعلان جنگ۔ تاہم ویٹی کن "کروسیڈ" کو جائز قرار دے کر اسے "مدافعتی اقدام" کا نام دینے پر تُلا ہوا تھا۔ نکلسن کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں کہ "یہ حمایت آج بھی جاری ہے"

ڈیموکریٹک کیپیٹل ازم (جس کا بابائے آدم مائیکل نواک ہے) کی آڑ لے کر بہت سے لوگوں نے جنگ کے پس پردہ اپنے مذموم ارادوں کو چھپائے رکھا۔ اٹلی کے اخبار L,espresso کے تجزیہ نگار سینڈرو مجسٹر کے مطابق "جمہوریت کی "برآمد" کا فلسفہ خصوصی طور پر ایونجلسٹوں کا ہے اور بش کے ایونجلسٹ ہونے کے لیے اُس کا یہ دعویٰ ہی کافی ہے کہ "میرا عقیدہ ہے کہ آزادی اس دُنیا میں ہر مرد و عورت کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ ہے" یہ کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ "جمہوریت کی برآمد" اب اکیلے ایونجلسٹ پراجیکٹ نہیں، ویٹی کن بھی اس معاملے میں اس کے ساتھ ہے۔ برٹش "ڈیلی ٹیلی گراف" سے وابستہ جولیئن کومین اور جانسن 10 اکتوبر 2004ء کو روم سے رپورٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عراق کے معاملہ میں ویٹی کن نے بلیئر اور بش کے ساتھ اپنے اختلاف ختم کر کے وہاں پر تازہ جنم لینے والی "جمہوریت" کے تحفظ کے لیے فوجی کاروائی کی اجازت دے دی۔" ------ گویا اب یہ ایک مشترکہ کیتھولک ایونجلیکل پراجیکٹ ہے، جس پر عمل درآمد کی ذمہ داری سیاسی محاذ کے ہاتھ میں ہے، جسے وہ پورے انہماک کے ساتھ کیمیائی ہتھیاروں اور دیگر مجرمانہ طریقوں کے استعمال سے پوری کر رہا ہے۔ بہ الفاظ دیگر یہ ایک مکمل عیسائی پراجیکٹ ہے، جو میڈیا سے ملٹری تک مختلف محاذوں پر چل رہا ہے۔ صلیبیوں کی بڑھتی ہوئی خود اعتمادی کو جاننے کے لیے یہ بات قابل توجہ ہے کہ افغانستان پر حملہ کے دوران مذہبی اور سیاسی حلقوں کا مشترکہ منصوبوں کا کھلے بندوں اظہار کیا گیا۔

> پابندیوں کی وجہ سے عراق میں پانچ لاکھ بچوں کی ہلاکت پر امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ میڈیلین البرائٹ کا "فرمان" تھا: "ہونے دو، یہ اسی کے مستحق ہیں"

یہی مقام ہے جہاں صیہونی بھی آملتے ہیں اور دھیرے دھیرے یہ کیتھولک ایونجلیکل اتحاد مضبوطی کے ساتھ "نیوکانز" سے جڑ جاتا ہے، جس کی نمائندہ شخصیات میں سے ایک مائیکل ہارڈٹ ہے، جو دُنیا بھر کے ستم رسیدہ عیسائیوں کے جوشیلے پشت پناہ ہیں اور جو ویٹی کن سے بالکل ہم آہنگ نکتہ نگاہ کے حامل ہیں۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے والے عیسائی مشنریوں کی راہ میں طالبان کا سختی کے ساتھ مزاحم ہونا صلیبیوں کے مشنری جذبات پر ایک کاری وار تھا۔

طالبان کو ہٹانے اور عراق پر قبضہ جمانے سے اسلام کے خلاف جاری صلیبی جنگ میں مذہبی طبقے کی کامیابی بڑی نمایاں دکھائی دینے لگی۔ نیویارک ٹائمز کے گڈ سٹین کے ساتھ 31 مئی 2004ء کو ایک انٹرویو میں فادر نیوہاس کا کہنا تھا: "یہ ایک غیر معمولی پیش رفت ہے اور اگر یہ تسلسل کے ساتھ جاری رہی تو اس سے امریکہ میں عیسائیت ایک تشکیل نو کے ساتھ منتقل ہو جائے گی۔" نیوہاس کا عیسائیت کی تشکیل نو کے متعلق بیان غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ تشکیل نو تو پہلے ہی سے شروع ہو چکی ہے جو بقیہ دُنیا کو متاثر کر رہی ہے۔ اور تو اور غیر مسلم جیسے فلپ جنکنز اپنی کتاب "The Next Christendom: The Coming Global Christianity" میں 21 ویں صدی میں دوبارہ ہونے والی صلیبی جنگ کے ازمنہ قدیمہ کی صلیبی جنگوں سے تقابل

کی خوفناک تصویر پیش کرتا ہے۔ (جو اس بار زیادہ مہلک

> عیسائیوں کی "طویل المیعاد منصوبہ بندی" کے تناظر میں افغانستان پر حملہ اور طالبان حکومت کا خاتمہ صلیبی منصوبے کا ایک معمولی جزو اور اسلام کے خلاف آخری صلیبی جنگوں کے سلسلہ کا نکتہ آغاز دکھائی دیتا ہے

ہتھیاروں کے ساتھ لڑی جائے گی۔) مذہبی فرنٹ کے بیانات، منصوبوں، بحث مباحثوں سے کبھی بھی "The Coming Global Christianity" میں پنہاں ہر قسم کی زور زبردستی اور امپریلزم کے رجحانات سے متعلق کبھی کوئی بات کھل کر سامنے نہیں آتی۔ دراصل ان چیزوں کو پوری احتیاط اور ہوشیاری سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

افغانستان اور عراق پر یلغار کا تجزیہ بتاتا ہے کہ اسلام کے خلاف دورِ جدید کی صلیبی جنگ اور سازشوں کو زیادہ منظم کرنے کے لیے مذہبی محاذ کی سیاسی مہم جوئی خالصانہ اقدامات کی تائید اس جنگ کی بھرپور طور پر راہ ہموار کر رہی ہے۔ اس کی نشاندہی فلپ جنکنز نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ ذرا دیکھئے! صلیبی جنگ کے سیاسی محاذ سے تعلق رکھنے والے G-8 کے لیڈروں کے ایک جیسے اور مسلسل بیانات اُسی ایک فکر (اسلام کے خلاف صلیبی مہم) کو راسخ کرنے کی غمازی کر رہے ہیں۔ یہ لیڈر 7 جون 2005ء کے لندن بم حملوں کو اپنی ثقافتی زندگی پر حملہ تصور کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا دعویٰ ہے کہ (ایسا کرتے ہوئے) اسلامسٹ (یعنی مسلمان) ان کی اقدار کو تبدیل نہیں کر سکتے ——— دورِ جدید کی صلیبی جنگ کے سرخیل بش اور بلیئر اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے ایسی ہی دلیل کو اپنی مہم جوئی کے جواز کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ مغربی ذہن پر ان لیڈروں کے منہ سے نکلنے والے "ہمارے طرزِ زندگی پر حملہ" جیسے الفاظ نہایت راست بیٹھتے ہیں۔ چونکہ عیسائی مذہبی محاذ کے پیشِ نظر صلیبی جنگ کی توسیع کا منصوبہ ہے، لہٰذا وہ سیاسی امور اور خارجی پالیسی میں اپنے لئے تو ایک کردار کو ناگزیر سمجھتا ہے، اور "پولیٹیکل اسلام" کے خلاف تسلسل سے دہائی دے رہا ہے۔ عیسائی طویل المیعاد پلاننگ کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں جنکنز کہتا ہے کہ عام طور پر دنیا میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے عیسائی بھی پیچھے نہیں۔ جنکنز کے مطابق 2050ء تک 20 یا 25 بڑی اقوام کی اکثریت عیسائیوں یا مسلمانوں پر مشتمل ہوگی، یا تو کل کے کل مسلمان ہوں گے یا عیسائی ہوں گے۔ جدید صلیبی جنگ کے سیاسی پہلو کے حوالہ سے "نیویارک ٹائمز" کی رپورٹ 25 جولائی 2005ء کے مطابق بش انتظامیہ القاعدہ اور دیگر "دہشت گرد" گروہوں کے خلاف نعرہ کے حوالہ سے اپنی اس فکر کو آگے بڑھا رہی ہے کہ طویل مدت کے لیے منصوبہ بندی بھی فوجی مہم کی طرح نظریاتی جنگ ہی کے زمرے میں آتی ہے۔ صلیبیوں کی اس ذہنیت کو سامنے رکھا جائے تو عراق اور افغانستان میں ایک لاکھ پچاس ہزار لوگوں کی ہلاکتوں پر کوئی حیرانی نہیں ہونی چاہیئے۔ مغربی میڈیا کا تعصب ملاحظہ کیجئے، وہ اس خونریزی کو ضمنی نقصان (collateral damage) قرار دیتا ہے۔

نیز عیسائی افواج کی اس تازہ مہم جوئی کا شکار ہونے والوں کی (اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم) مانیٹرنگ کے لیے بھی کوئی فکرمند نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پابندیوں (sanctions) کی وجہ سے عراق میں پانچ لاکھ بچوں کی ہلاکت پر اس وقت کی امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ میڈیلین البرائٹ کا "فرمان" تھا: "ہونے دو، یہ اسی کے مستحق ہیں۔" میڈیا تو ایک طرف، اقوام متحدہ نے بھی امریکہ کی طرف سے شہری آبادیوں کے خلاف وہائٹ فاسفورس کے استعمال (جیسے جرم) پر چپ سادھ رکھی ہے۔

جنکنز کے الفاظ دورِ جدید کے صلیبیوں کی "طویل المیعاد منصوبہ بندی" کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے مطابق 2050ء میں کل روئے زمین پر ہر دو مسلمانوں کے بالمقابل تین عیسائی ہوں گے۔ دُنیا کی کل آبادی کا 34% عیسائیوں پر مشتمل ہوگا، بالکل اسی طرح جیسے 1900 کے دوران دنیا پر یورپی بالادستی کے وقت پوزیشن تھی۔ اُس وقت کم از کم دس مقامات ایسے ہوں گے جہاں پر عیسائی اور مسلمان بالادستی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ یہ ایسے خوفناک خونی معرکے ہوں گے جن کے سامنے 16 صدی میں لڑی جانے والی یورپی مذہبی جنگیں بہت ہلکی معلوم ہوں گی۔ اسی "طویل المیعاد منصوبہ بندی" کے تناظر میں افغانستان پر حملہ اور طالبان حکومت کا خاتمہ صلیبی منصوبے کا ایک معمولی جزو اور اسلام کے خلاف آخری صلیبی جنگوں کے سلسلہ کا نکتہ آغاز دکھائی دیتا ہے۔ (جاری ہے)

## تنظیمی اطلاع

### حلقہ لاہور ڈویژن کی مقامی تنظیم لاہور شمالی میں عبدالرزاق صاحب کا بطور امیر تقرر

لاہور کی مقامی تنظیم لاہور شمالی میں امیر کے دو سال پورے ہونے پر امیر حلقہ لاہور کی جانب سے موصولہ رفقاء کی آراء کی روشنی میں تقرر امیر کے لیے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 اگست 2009ء میں مشورہ کے بعد عبدالرزاق صاحب کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### دعائے مغفرت کی اپیل

رفیق تنظیم امجد نسیم (حال مقیم کھاریاں) کے تایا انتقال کر گئے

رفیق تنظیم عامر شاکر (حال مقیم کھاریاں) کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں

رفقائے تنظیم اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

### اعتذار

ندائے خلافت کے گزشتہ شمارہ میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے تحت ہونے والے دورہ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی فہرست شائع ہوئی ہے۔ اس فہرست میں کی مسجد اوریکس کالونی نمبر 2، گڑھی شاہو کے پروگرام میں مدرس کا نام غلطی سے حسان ادریس چھپ گیا ہے، جبکہ یہاں مدرس عدیل آفریدی ہیں۔ اس سہو پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

نام کتاب: **قرآنی اردو**

مصنف: لیفٹیننٹ کرنل عاشق حسین

تبصرہ نگار: سید قاسم محمود

صفحات: 405

قیمت: 450روپے

ملنے کا پتہ: بک کارنر، مین بازار جہلم

کسی کتاب کا نام اردو ہو تو کون مسلمان ہوگا، جسے اس عنوان پر تعجب نہ ہوگا، اور جب اُسے یہ کتاب پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ تقریباً 94 فیصد قرآنی الفاظ اردو کے استعمال میں ہیں، اور مزید حیرت میں ڈالنے والی بات ہے کہ اس کے مصنف کوئی باضابطہ اہل قلم نہیں ہیں، بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل عاشق حسین جن کا تعلق آرمی ایجوکیشن کور سے رہا ہے، اس وقت ڈسٹرکٹ جناح پبلک کالج، منڈی بہاؤالدین کے پرنسپل کی حیثیت سے اپنے آرمی ایجوکیشن والے تجربے سے طلبہ کو فیض یاب کر رہے ہیں۔

اسے بجا طور پر مصنف نے ''اشتقاقی انسائیکلو پیڈیا'' کہا ہے۔ یہ اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ کے بارے میں لسانی و ادبی تحقیق ہے۔ اس میں قرآن حکیم کے تقریباً 1200 ایسے لفظی مادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا گیا ہے جو اُردو میں مستعمل ہیں۔ پھر ہر مادہ سے ماخوذ اُردو الفاظ کی نشاندہی کر کے بطور حوالہ ایسے دستیاب اُردو اشعار بھی درج کیے گئے ہیں، جن میں وہ الفاظ (اصل یا ماخوذ حالت میں) استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح شعری ذوق رکھنے والے حضرات کی تسکین کا سامان بھی اس میں موجود و میسر ہے۔ اس کتاب کی مدد سے نہ صرف اُردو دان حضرات کو اپنی زبان کے حوالے سے قرآن کے غالب ذخیرۂ الفاظ کے مفاہیم کا ادراک حاصل ہو سکتا ہے، بلکہ اُردو زبان و ادب کے طلبہ بھی اُردو کے وافر ذخیرۂ الفاظ کی تفہیم و تعلیم کے سلسلے میں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

عربی زبان و ادب کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اس کتاب کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا ہے: عربی اور اردو کے اس اختلاط کو کرنل صاحب نے ''عربی گھٹی'' کا فیض قرار دیا اور اپنے مطالعے کی بنیاد پر اعتراف کیا کہ مذہب اور مسلم اقتدار ہی دو مضبوط عوامل تھے، جنہوں نے زبان اُردو کی صورت و سیرت کی تشکیل میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ مؤلف نے اثر آفرینی کے عوامل کا احصاء بھی کیا ہے اور مستند تاریخی حوالوں سے اپنے دعوے کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ قرآنی کلمات کے اثرات ہمہ جہتی ہیں۔ رسم الخط سے لے کر الفاظ، علامات، تلمیحات بلکہ مجموعی ادبی مزاج تک ان اثرات کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔ کرنل صاحب نے اس سلسلے میں خوب محنت کی ہے اور اپنے مسلسل مطالعے اور پیہم غور و فکر سے اُردو کے طلبہ و اساتذہ کے لیے ایک ایسی لغت ترتیب دی ہے جو فہم قرآن کے لیے بھی معاون ہوگی اور اُردو کلمات و محاورات کی تفہیم کے لیے بھی رہبر بنے گی۔''

اس تحقیق کے مطابق وہ قرآنی الفاظ جو اُردو میں مستعمل ہیں، اُن کی تعداد تقریباً سینتالیس ہزار چار سو سات (47407) ہے جو تقریباً 1197 مادوں (مصدروں) سے استخراج ہوئے ہیں۔ اس طرح 94 فی صد قرآنی الفاظ اردو کے استعمال میں ہیں۔

ان اعداد و شمار سے اُردو زبان کے اُس طالب علم کو تحریک ملے گی جو عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے تنگ دامنی کے احساس تلے دبا ہوا تھا۔ یہ کتاب پروف خوانی کی غلطیوں سے مبرا، بک کارنر، مین بازار، جہلم کے اہتمام میں خوبصورتی سے شائع ہوئی ہے۔

نام کتاب: **صیام اور بندگی کے معانی**

مؤلف: حامد کمال الدین

تبصرہ نگار: [illegible]

ضخامت: 62 صفحات

قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ: ادارہ ایقاظ، 6۔اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

مضامین رمضان پر مشتمل یہ کتابچہ بڑی قابل قدر معلومات پر مشتمل ہے۔ افادیت کے اعتبار سے یہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق ہے۔ کتاب کے آغاز میں رمضان اور قرآن کے متعلق آیات اور فضائل روزہ کی احادیث درج کی گئی ہیں۔ مضامین قرآن کے سلسلہ میں چار تحریریں شامل اشاعت ہیں، جن میں سے ہر ایک اہمیت کی حامل اور پڑھنے کے قابل ہے۔

مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ روزہ صرف بھوک پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں۔ کھانا پینا جو عام حالات میں جائز ہے، عجیب بات ہے کہ بندہ روزے کی حالت میں یہ تو چھوڑ دے، مگر جھوٹ، فریب، غیبت وغیرہ نہ چھوڑے، جو عام دنوں میں بھی گناہ کے کام ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں کہ رمضان کے آغاز میں ہر مسلمان کو روزے کے مقصد کا تعین کرنا چاہیے اور شعوری طور پر عہد کرنا چاہیے کہ روزہ کی حالت میں جہاں وہ بھوک، پیاس برداشت کرے گا، اسی طرح رذائل اخلاق سے بھی اس حد تک دور رہے گا کہ رمضان کے اختتام پر وہ اپنی اخلاقی حالت کو کافی حد تک سنوار چکا ہو۔ اس کتابچے کے چاروں مضامین کا بالاستیعاب مطالعہ بہت مفید رہے گا۔


رمضان المبارک کا خصوصی تحفہ

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز

بانی تنظیم اسلامی اور صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد

کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھیے دوست احباب کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص: 40روپے اشاعت عام: 20روپے

# طرزِ مسلمانی

جاوید چودھری

میں نے کل کے اخبارات میں ایک دلچسپ تصویر دیکھی۔ تصویر میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر تشریف رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ والی سیٹ پر وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف بیٹھے تھے اور تصویر کے نیچے کیپشن لگا تھا: ”وزیراعظم یوسف رضا گیلانی وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ساتھ اپنی گاڑی خود چلاتے ہوئے ملتان کے رمضان بازار میں پہنچے۔“ اس تصویر اور کیپشن کے نیچے تین کالمی خبر چھپی تھی جس میں تفصیل سے بتایا گیا تھا کہ وزیراعظم نے پروٹوکول کے بغیر اپنی گاڑی چلائی‘ وہ ملتان کے رمضان بازاروں کے دورے پر گئے اور انہوں نے اشیائے خوردنی کا معائنہ کیا اور عام لوگوں کی شکایات سنیں‘ وغیرہ وغیرہ۔ اس تصویر‘ اس کیپشن اور اس خبر سے محسوس ہوتا ہے کہ وزیراعظم کا یہ اقدام غیر معمولی ہے اور انہوں نے یہ قدم اٹھا کر پوری دنیا کو حیران کر دیا جبکہ میں یہ تصویر دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ ہم لوگ احساسِ کمتری اور چھوٹا پن کے کس قدر مریض ہو چکے ہیں کہ ہم آج اکیسویں صدی میں بھی وزیراعظم صاحب کے گاڑی چلانے کے واقعے کو غیر معمولی اور معجزہ قرار دے رہے ہیں۔ ہم آج بھی صدر‘ وزیراعظم اور وزیراعلیٰ کا ہاتھ کسی عام شہری کی طرف بڑھتا دیکھ کر تالیاں بجاتے ہیں اور کسی وی وی آئی پی کے عوام میں گھلنے ملنے کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہم بڑے دلچسپ لوگ ہیں۔ ہم نماز پڑھنے‘ رشوت نہ لینے اور روزے رکھنے والوں کو ایماندار اور دیندار سمجھتے ہیں جبکہ روزہ‘ نماز اور صاف ستھری زندگی ہر مسلمان کا فرض ہوتا ہے اور جس طرح نماز روزہ ہر مسلمان کا فرض ہے بالکل اسی طرح سٹیٹ کے چیف ایگزیکٹو کو بھی اپنی گاڑی خود چلانی چاہیے اور انہیں رمضان بازاروں اور پبلک مقامات کے دورے بھی کرنے چاہئیں۔ یہ ان کے فرائض بھی ہیں اور ذمہ داری بھی۔

یہ ذمہ داری اور یہ فرض امریکہ‘ کینیڈا‘ پورے یورپ‘ مشرق بعید اور سنٹرل ایشیا کے وزرائے اعظم اور صدور روزانہ ادا کرتے ہیں اور انہیں کوئی حیرت اور اچنبھے سے نہیں دیکھتا۔ صدر باراک حسین اوباما نے صدارتی حلف اٹھانے سے ایک دن پہلے واشنگٹن کے ہوم لیس لوگوں کے ایک سینٹر میں اپنے ہاتھ سے روغن کیا تھا۔ وہ سارا دن سینٹر کی دیوار رنگتے رہے تھے۔ وہ آج بھی اپنی بچیوں کو سکول چھوڑنے جاتے ہیں اور اساتذہ کی ”کال“ پر سکول پہنچ کر ڈانٹ بھی کھاتے ہیں۔ برطانیہ کے وزیراعظم گورڈن براؤن اور ان کی اہلیہ اکثر زیر زمین ٹرین سروس استعمال کرتے ہیں۔ برطانوی وزیراعظم شام کے وقت اپنی گاڑی بھی چلاتے ہیں اور شاپنگ سینٹروں سے خریداری بھی کرتے ہیں۔ میں نے پچھلے دنوں برطانوی پارلیمنٹ کے ایک رکن کے انٹرویو میں پڑھا تھا‘ گورڈن براؤن کی بیگم ایک پرانی سی کار میں انہیں ملنے آئی۔ وہ اپنی گاڑی خود چلا کر آئی تھی۔ رکن اسمبلی نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا‘ شام کے وقت ان کی سرکاری سہولتیں معطل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ذاتی کار استعمال کرتی ہیں اور خود چلاتی ہیں۔ برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر نے اپنے دور کے دوران انکشاف کیا تھا، وہ پندرہ برس سے ایک ہی جوتا استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے دو بار اس جوتے کا تلوا تبدیل کرایا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ناروے کے شاہی خاندان کو اوسلو کے فٹ پاتھ پر اپنے کتوں کو ٹہلاتے دیکھا تھا۔ دوبئی کے امیر محمد بن راشد المکتوم بھی اکثر اپنی گاڑی خود چلاتے ہیں اور دوبئی کے کسی اخبار میں ان کی تصویر شائع نہیں ہوتی۔ ملائشیا کے مہاتیر محمد جب وزیراعظم تھے تو وہ ہر اتوار کے دن سوزوکی مہران جتنی گاڑی میں بیٹھ کر بازار سے سبزیاں‘ پھل اور گوشت خریدتے تھے۔ ہیلمٹ کوہل جرمنی کے چانسلر تھے۔ ان کے دور میں دیوار برلن گری تھی اور مشرقی اور مغربی جرمنی کا آپس میں ملاپ ہوا تھا۔ جرمنی کی تکمیل کے بعد کوہل نے ملک کا دارالحکومت بون سے برلن شفٹ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس شفٹنگ میں بے تحاشا سرمایہ خرچ ہوا تھا، چنانچہ کوہل نے برلن میں چانسلر ہاؤس کی تعمیر رکوا دی اور وہ چار برس تک دو کمرے کے فلیٹ میں رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا جب تک برلن کے تمام سرکاری ملازم ایڈجسٹ نہیں ہو جاتے اس وقت تک میرا چانسلر ہاؤس میں منتقل ہونا زیادتی ہوگی۔ کوہل کی ایک گرل فرینڈ بھی تھی لیکن انہوں نے کبھی اس گرل فرینڈ کو سرکاری رہائش گاہ میں نہیں ٹھہرایا۔ ان کا کہنا تھا وہ غیر سرکاری فرد ہے، لہٰذا میں اسے سرکاری سہولتیں فراہم نہیں کر سکتا۔ ہیلمٹ کوہل کو لوگوں نے چانسلر ہاؤس کے سامنے پبلک بوتھ سے ٹیلی فون کرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ وہ ذاتی کالز کے لیے سرکاری ٹیلی فون استعمال نہیں کرتے تھے۔ فرانس کے صدر سرکوزی چھٹیوں کے دوران ذاتی سیکیورٹی گارڈ‘ ذاتی گھر اور ذاتی اکاؤنٹ استعمال کرتے ہیں۔ اسرائیل کے صدر موشے قصاب کے گھر کی بجلی کٹ گئی تھی، کیونکہ انہوں نے وقت پر بل جمع نہیں کرایا تھا۔ میں نے ایک بار سوئٹزرلینڈ کے صدر کو شاپنگ سنٹر میں خریداروں کی قطار میں کھڑے دیکھا تھا۔ اٹلی کے وزیراعظم سلویو برلسکونی دو ماہ قبل میلان میں ذاتی کار ڈرائیو کر رہے تھے اور موٹروے پر ان کا چالان ہوا تھا۔ کینیڈا کے وزیراعظم کو شام پانچ بجے کے بعد سرکاری سہولتیں نہیں دی جاتیں‘ وہ صرف سرکاری ڈنرز کے لیے ڈرائیور اور سیکرٹری استعمال کر سکتے ہیں۔ آسٹریلیا کے وزیراعظم کی سرکاری رہائش گاہ سے رات کے وقت گارڈز ہٹا دیے جاتے ہیں اور وہ رات آٹھ بجے کے بعد عام شہری بن جاتے ہیں۔ آپ بھارت کی مثال بھی لے لیجیے۔ بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ 23 جنوری کو دل کے علاج کے لیے ہسپتال گئے تھے۔ وہ جب ہسپتال سے واپس لوٹے تو اخبارات میں ان کی تصویر شائع ہوئی تھی‘ وہ سرکاری گاڑی سے اتر رہے تھے۔ میں گاڑی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ ”انڈین میڈ“ ایک پرانی اور چھوٹی سی کار تھی اور اس کار پر دو جھنڈے لگے تھے۔ بھارتی وزیراعظم کی یہ کار اور جدید دنیا کے تمام کافر سربراہوں کی ڈرائیونگ کسی ملک میں کبھی ”قابل فخر خبر“ نہیں بنی، جبکہ اس کے مقابلے میں اہل ایمان پرویز مشرف ہوں‘ شوکت عزیز ہوں‘ صدر آصف علی زرداری ہوں یا پھر یوسف رضا گیلانی ہوں‘ یہ لوگ اگر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جائیں‘ یہ کسی معصوم بچے کے سر پر ہاتھ پھیریں تو ایوان اقتدار کا پورا میڈیا مینجمنٹ گروپ ایکٹو ہو جاتا ہے اور ہر طرف سے واہ واہ کے نعرے لگنے لگتے ہیں۔

صدر (سابق) پرویز مشرف بھی سید تھے اور یوسف رضا گیلانی بھی حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں، لیکن ان دونوں نے کبھی ایک لمحے کے لیے نہیں سوچا، ان کے جدامجد حضرت علیؓ کا لائف سٹائل کیا تھا؟ کیا حضرت علیؓ نے سرکاری گھوڑے رکھے ہوئے تھے؟ کیا ان کے پاس سرکاری

گھوڑوں کے سائیس تھے؟ کیا وہ امیر المومنین ہاؤس میں رہتے تھے؟ کیا ان کے پاس ہزار ہزار گارڈز کا حفاظتی دستہ تھا؟ اور کیا وہ عوام میں گھلنے ملنے اور رمضان بازاروں کے معائنے کی خبروں کو ذاتی تشہیر کا ذریعہ بناتے تھے؟ ان کے جدامجد اس وقت بھی جو کی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے جب مدینہ کا ہر شہری سونے کے پانچ پانچ لاکھ سکوں کا مالک تھا اور پورے شہر میں کوئی غریب اور مسکین شخص نہیں تھا اور جب ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تو اس وقت بھی آپ کے ساتھ سکیورٹی گارڈز نہیں تھے۔ افسوس آج یورپ' امریکا' کینیڈا اور مشرق بعید کے تمام سربراہان حضرت علیؓ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں، جبکہ حضرت علیؓ کی اولاد میں ہونے والے حکمران ایک غریب' مفلوک الحال' مقروض اور بھیک پر زندگی گزارنے والے اسلامی ملک میں چالیس چالیس گاڑیوں کے قافلے میں سفر کرتے ہیں اور اگر کبھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں' عام آدمی کی طرف ہاتھ بڑھا دیتے ہیں' کسی کے سلام کا جواب دے دیتے ہیں یا رمضان بازار میں اشیائے خورد ونوش کی قیمت پوچھ لیتے ہیں تو یہ خبر بن جاتی ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اسلام سے کچھ سیکھ رہے ہیں اور نہ ہی جدید دنیا کے حکمرانوں سے۔ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں اور اسلام کو چودہ سو سال پرانی بات۔ ہمارے فکری تضاد کا یہ عالم ہے کہ ہم اسلام اسلام کے نعرے لگاتے ہیں، لیکن اس اسلام کو ذاتی زندگی سے ہزاروں میل دور رکھتے ہیں۔ مجھے اکثر یورپ کے ایک دانشور کا قول یاد آتا ہے۔ اُس نے کہا تھا: ''یورپ میں اسلام ہے لیکن مسلمان نہیں ہیں جبکہ اسلامی دنیا میں مسلمان ہیں لیکن اسلام نہیں''۔ میں دوسرے اٹھاون اسلامی ممالک کے بارے میں تو زیادہ نہیں جانتا لیکن جہاں تک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بات ہے، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں، پاکستان میں اسلام ہے، جمہوریت ہے اور نہ ہی پاکستانیت ہے۔ یہ ایک ایسی غلام ریاست ہے جس میں ٹام، ڈک اور ہنری کی جگہ دیسی گوروں نے لے لی ہے اور وائسراؤں کی جگہ وزیراعظم اور صدر آ گئے ہیں' جس میں حکمران کلمے پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں لیکن ان کا طرزِ زندگی دو ہزار سال پرانے بادشاہوں جیسا ہے اور جس میں حکمران عوام سے ہاتھ ملانے کو سخاوت اور رحم دلی قرار دیتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں لیکن ہمیں کافروں کی ''طرزِ مسلمانی'' تک پہنچنے کے لیے کئی صدیاں درکار ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')



# حلقہ سندھ زیریں کی دعوتی سرگرمیاں

## تنظیم اسلامی لطیف آباد کے زیرِ انتظام فہم دین پروگرام

تنظیم اسلامی لطیف آباد حلقہ سندھ زیریں کے زیرِ انتظام 10 جولائی 2009ء کو امیر تنظیم اسلامی لطیف آباد راشد حسین کی رہائش گاہ پر فہم دین پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نمازِ مغرب ہوا۔ جس میں اُسروں کی سطح پر قائم حلقہ جات قرآنی میں باقاعدگی سے شرکت کرنے والے اور دعوتی نصاب سے گزرے ہوئے احباب کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ مقامی تنظیم کے ذمہ داران راشد حسین، اصغر علی شاہ، جنید احمد خان سمیت 7 احباب نے شرکت کی۔ فہم دین کی نشست کے انعقاد کا مقصد زیرِ دعوت احباب پر تنظیم کی فکر کو واضح کرنا تھا۔

ناظم تربیت حلقہ سندھ زیریں محمد دین میو نے سامعین کے سامنے دین کے ہمہ گیر تصور کو رکھا اور دین و مذہب کا فرق واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبادت صرف یہی نہیں کہ نماز پڑھ لی، رمضان کے روزے رکھ لیے، یا حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر لی، بلکہ حقیقی معنوں میں عبادت، زندگی کے ہر ہر گوشہ میں ہمہ تن، ہمہ وقت اور ہمہ وجوہ اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا نام ہے۔ اسلام بحیثیت دین ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جس سے ہمیں ہمارے تمام شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ذات پر، اپنے معاشرے میں، غرض زندگی کے ہر انفرادی و اجتماعی گوشے میں اللہ کا دین (نظامِ عدل) قائم کریں۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ التزام جماعت اور بیعت کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ غلبہ دین حق کا فریضہ محض انفرادی طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے ایک جماعت کا ہونا لازم ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک جماعت کی شکل میں منظم رکھیں، تا کہ جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ کما حقہٗ ادا کیا جا سکے۔

درس کے بعد مدرس سے شرکاء نے کئی سوالات کئے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حاضرین کو بتایا گیا کہ تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے بعد ایک رفیق تنظیم کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ نیز روزمرہ معمولات کو تنظیمی مصروفیات کس حد تک متاثر کرتی ہیں۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کھانا کھا کر رخصت ہو گئے۔

## مرکزی ناظم دعوت کا توسیعی دورہ حلقہ سندھ زیریں

مرکزی ناظم دعوت چودھری رحمت اللہ بٹر نے توسیعی دعوت کے سلسلہ میں 15 تا 17 جولائی 2009ء حلقہ سندھ زیریں کا دورہ کیا۔ 15 جولائی 2009ء کو حلقہ اور مقامی تنظیم کے ذمہ داران کے ساتھ بعد نمازِ مغرب انہوں نے خصوصی خطاب کیا۔ جس میں جماعت کی اہمیت اور رُفقاء کے مابین آپس کے تعلق کو بہتر بنانے پر زور دیا۔ 16 جولائی 2009ء کو وہ نواب شاہ تشریف لے گئے، جہاں منفرد اُسرہ نواب شاہ کے نقیب محترم عبدالصمد شیخ نے اُن کا استقبال کیا۔ نواب شاہ میں بھی اُن کا ایمان افروز خطاب ہوا، جس میں تقریباً 40 رُفقاء و احباب نے شرکت کی۔ 17 جولائی 2009ء کو وہ ٹنڈو آدم میں خطاب کرنے کے بعد رُخصت ہوئے۔

## امیر حلقہ سندھ زیریں شفیع محمد لاکھو کا خطابِ جمعہ

امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے 24 جولائی 2009ء کو مسجد خیر قاسم آباد میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ اُنہوں نے سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کو بیان کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ پر آنے والی آزمائشوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آج ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، اور آج کے مسلمان کی سوچ کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے تو دعوتِ ایمان شعوری طور پر قبول کی تھی۔ اُن کا ایمان لانا ایک انقلابی قدم تھا۔ کیونکہ اس کے لئے انہوں نے اپنے آبائی عقائد کو چھوڑا تھا۔ اور اس کی پاداش میں اُنہیں طرح طرح کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب کہ اس کے برعکس ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم محض اپنے پیدائشی مسلمان ہونے پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں، اور جنت ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اس موقع پر سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع پر مشتمل درس کے کتابچے کی فوٹو کاپیاں لوگوں میں تقسیم کی گئیں۔

## حلقہ کی سطح پر حلقہ قرآنی کا انعقاد

31 جولائی 2009ء کو مرکز حلقہ سندھ زیریں، قاسم آباد میں بعد نمازِ مغرب حلقہ قرآنی کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام میں خواتین کے لیے پردے کا مناسب بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ جس میں تقریباً 50 رُفقاء و احباب نے شرکت کی۔ امیر حلقہ سندھ زیریں نے اُم المسبحات سورۃ الحدید کو درس کا محور بنایا، اور نہایت جامع و مدلل خطاب کیا۔ اس موقع پر ملٹی میڈیا کے ذریعہ شرکاء کو اسکرین پر قرآن کی آیات حوالوں کے ساتھ دکھائی گئیں، یہ درس نمازِ عشاء تک جاری رہا، جس کے بعد شرکاء رُخصت ہوئے۔

(رپورٹ: علی اصغر عباسی)

# THE TRUE FURQAN

Author (in English) : Al-Saffee Elham

Translator (in Arabic): Al-Mahdy

Publisher: American Christian Arabs

Printers: Wine Press and Omega (U.S.A.)

1- The True Furqan is an imitation of the Holy Qur'an in style and articulation. It is divided into 77 surahs or chapters just like the Holy Qur'an, such as Peace, The Messiah, The Triune God, The Crucifixion, Woman, Fasting and Prayer etc. etc. which present the gospel (Bible and Angeel). Each surah begins, "In the Name of the Father, the Word, the Holy Spirit, The One and only True God", an echo of the Holy Qur'an "In the name of Allah, the Most Gracious, the Most Merciful".

2- The True Furqan is a 368-page book mirroring the Qur'an in language and style written by the Christians with the assistance of Zionists. Al-Mahdy said, "The purpose of the True Furqan is to provide a tool of evangelism, because so far we have not found a breakthrough way to reach the Muslim world for Christ though we have tried medicine, schools, books, movies and many other methods".

3- Mustafa Bakri, editor of Egypt's "Al-Usbu" newspaper claimed few sensational points in his December 6, 2004 edition:

a) The first edition of the True Furqan was published secretly in the U.S. and Israel.

b) The True Furqan was drafted with direct Israeli participation and with direct instructions from U.S. President George Bush.

c) Twelve more books will be published as part of the True Furqan series.

Dr. Anis Shorrosh claimed that the True Furqan is an attempt by evangelical Christian Arabs to convert Muslims to Christianity and this is a good tool to evangelize Muslims as the book is similar to the Holy Qur'an in style and substance, but contains the gospel message.

Though it is guaranteed by Almighty Allah that non-believers will certainly not be able to produce a surah like Qur'an and are warned for their evil acts and their ultimate fate i.e. Hell fire, yet the Muslims are advised to refrain from reading this book lest they go astray.

Reviewed by: Syed Muhammad Iftikhar Ahmad

(نوٹ: "The True Furqan" کے حوالے سے عیسائیوں کی مذموم جسارت پر اردو میں تبصرہ شمارہ نمبر 19 میں شائع کیا گیا ہے۔ ادارہ)

## امیر حلقہ کی رفقاء منفرد اسرہ بورے والا سے ملاقات

امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے نقیب اسرہ بورے والا سیف الرحمٰن رضا سے بذریعہ فون بات چیت کر کے رفقاء تنظیم سے ملاقات کے لیے 29 جولائی 2009ء کا دن طے کیا۔ یہ ایک اچانک ملاقات تھی کہ صرف پانچ گھنٹے پہلے فون پر ملاقات کی بات ہوئی۔ نماز عصر کے بعد امیر حلقہ محترم ناصر بھٹی اور تنظیم اسلامی عارف والا کے امیر پروفیسر محمد ممتاز احمد عارف والا سے بورے والا کے ایک طبی مرکز تشریف لائے اور نقیب اسرہ کو بھی وہاں پر بلا لیا۔ وہاں ڈاکٹر عبدالحفیظ سے ملاقات کی۔ نماز مغرب کے بعد نقیب اسرہ بورے والا نے عارف والا سے آئے ہوئے مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد رفقاء سے ان کے گھروں میں ملاقاتیں کیں۔ جو رفقاء گھروں میں موجود نہیں تھے، ان کے گھر والوں کو اپنے حوالے سے بتایا اور چل دیئے۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ رات ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے نقیب اسرہ کو واپس گھر چھوڑا اور خود عارف والا تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت دے اور تمام رفقاء اور امراء تنظیم کو قافلہ تنظیم کو مزید آگے بڑھانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)

## تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام تعارفی پروگرام

حلقہ کراچی جنوبی کا تنظیمی تعارفی پروگرام 2 اگست 2009ء کو دن سوا بارہ بجے دفتر حلقہ کراچی میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں کل 8 رفقاء نے شرکت کی۔ یہ پروگرام ہر دوسرے ماہ کی پہلی اتوار کو منعقد کیا جاتا ہے، جسے حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس پیش کرتے ہیں۔ ان کی معاونت کے لیے راقم بھی ہمراہ ہوتا ہے۔ اس مرتبہ بھی ڈاکٹر محمد الیاس نے اپنے مخصوص انداز میں رفقاء کے سامنے بیعت کی اہمیت واضح کی، دینی فرائض کا جامع تصور ان کے سامنے رکھا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آخر میں رفقاء سے مطلوب دس اوصاف کی وضاحت کی۔ بانی محترم اور امیر محترم کا مفصل تعارف راقم نے رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ یہ پروگرام دوپہر سوا دو بجے ڈاکٹر محمد الیاس کی اختتامی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: محمد یوسف صدیقی)

repackaging this conflict from being America's war to Pakistan's war, as the people have rejected the colonial ambitions of the US and its "war on terror".

This was one of the key sound bites issued by Zardari as he came to power, which was a pledge for Pakistan to adopt America's "war on terror" as Pakistan's own war.

The fact is that this is America's war, not Pakistan's. Pakistan is being pushed into a conflict with its own people and neighbors. Pakistan is being directed towards civil unrest and ultimately breaking point, and this is in accordance with the American plan for Pakistan.

Lieutenant Colonel (retired) Ralph Peters, in his article "Blood borders: How a better Middle East would look" for the US Armed Forces Journal, proposed a new map of the Middle East which showed the breakup of country, with only Sindh and Punjab remaining as Pakistan. It is now well established that both America and Britain are trying to fragment or Balkanize Pakistan for four principle objectives.

? To take control of Balochistan for its immense resources.

? To use the port of Gwadar in Balochistan to establish an economically viable energy corridor from the Caspian Sea through Afghanistan and away from the influence of Russia.

? To remove a strong Pakistan as an obstacle for India so it may act as a true counterweight to China.

? To break up Pakistan to remove the potential of an Islamic ideological threat from Pakistan which it brands as the "Islamist threat".

With this being the true reality of the problem which is manifesting itself as the conflict with the Taliban, tribal areas and Balochi insurgency, how is the Pakistani state equipped to respond to such crises?

It is clear for all to see that the current government is insincere and incapable. The country is now almost openly being run by America. When you have a situation where the military head of a foreign power, Admiral Michael Mullen, chairman of the US Joint Chiefs of Staff, is paying regular visits to Pakistan and the fact that the Pakistani armed forces are deployed to Dir when US Secretary of State Hillary Clinton criticizes the Pakistani government for "basically abdicating to the Taliban and the extremists" in the wake of the Swat deal of February, it is a no-brainer that Pakistan is no longer a sovereign state.

This is aside from the regular bombings and killings in Pakistani territory of civilians by US Predator drones. Such a situation is leading to instability in the country as Pakistan participates in America's colonial war. As Pakistan follows a foreign agenda, people are beginning to challenge the legitimacy of the state, questioning its purpose and the use it provides to the people. If the Pakistani state is going to kill its own citizens on the orders of a foreign power, it is clearly not serving its people, by any stretch of the imagination. What then is the nature of this Pakistani state? If it will not look after its people, what is the source of its strength, and from where does it derive its authority?

The Pakistani state is the manifestation of the contradictions embodied by the political classes and a product of external agendas as defined by foreign powers. The Pakistani state has no organic authority from the people; hence it is constantly challenged by the people. These challenges in the past have manifested themselves in various forms, with military coups and the breakup in 1971 being some examples.


**ضرورت رشتہ**

☆ گوجرانوالہ کی رہائشی مغل فیملی کو اپنی اکلوتی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-6466313

☆ شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے سائیکالوجی کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4640670

☆ لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے عربی/اسلامیات، شرعی پردہ کی پابند کے لیے ہم کفو دینی گھرانہ سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0308-4444383

# Ideas before bullets - I

The current crisis of militancy gripping Pakistan is the most serious threat to the integrity of the state since the loss of East Pakistan in the war of 1971 that led to the creation of Bangladesh.

Pakistan today is surrounded by hostile neighbors, is crippled economically and is slowly being crushed under the weight of world public opinion that it is a terrorist state, which is being generated by its supposed ally America. With Balochistan province already rumbling with a separatist insurgency which has not yet thankfully gained popular traction, the armed conflict which is being fought with Taliban forces in Swat, Buner and Dir is threatening to roll back the writ of the Pakistani state to just the provinces of Sindh and Punjab.

A solution must urgently be found to prevent further bloodshed on both sides of this conflict. The problem, however, requires a detailed analysis and also a solution that provides a lasting fix and not just another short-term truce or treaty that will be broken.

The roots of the current conflict between the Pakistani armed forces and Taliban fighters can be traced to the American invasion and occupation of Afghanistan in 2001. This conflict is a direct spillover from the fighting in Afghanistan against the Americans and a reaction against the support of the Pakistani state for America's war and its actions of bombing and killing its own Pakistani citizens at America's behest.

The opponents of the Pakistani armed forces, the Taliban, are not a coherent or unified group. Made up of various factions known collectively as the Taliban you have Central Intelligence Agency Taliban, Afghan Taliban, Russian Taliban, Punjabi Taliban, Pakistan's Inter-Services Intelligence Taliban, Tehrek-e-Taliban and others.

These numerous factions have varying agendas, with some being armed resistance to US occupation, some being armed resistance to Pakistani attacks, others still being those who are funded and equipped by foreign intelligence agencies to create unrest and strife in Pakistan.

Varyingly, apart from those foreign-sponsored groups using the following reasons as cover, these groups are demanding an end to the bombing of Pakistani territory by American and Pakistani armed forces and an end of Pakistani support for the American occupation in Afghanistan. Some groups, failing this, want an end to interference from a Pakistani state which has proven itself incapable of looking after both the needs and security of its people.

In origin, the demands of the Taliban do not constitute a military threat to Pakistan. These groups are not foreign invaders seeking to control land or territory as part of some imperial adventure, as America is in the Muslim world. The principle grievances of these groups are political. The challenge to the Pakistani state therefore is from Pakistanis, civilians who have taken up arms against the nature and policies of the state.

This problem is further being driven by America in collusion with the Asif Ali Zardari government of using force to wipe out any resistance to the American occupation of Afghanistan, as it lost the battle for hearts and minds a long time ago.

It is interesting to note that this is actually a complete continuation of the policies of the General Pervez Musharraf era, and that the popular change which people were expecting with the departure of the military dictator nearly two years ago has not materialized.

America and the Zardari government are actually instrumental in creating and perpetuating this crisis in order to turn Pakistani public opinion in favor of America's imperial campaign in Afghanistan and the wider Muslim world by

# MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

# BOOST CALCIUM

## BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

## TASTY and TANGY

**MULTICAL-1000**

**2 IN 1**

### CALCIUM

**The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.**

### FOLIC ACID

**Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.**

## Calcium Supplement Guidelines

| Recommended Calcium Intakes | milligrams per day |
|---|---|
| **Pregnancy** | |
| Less than or equal to 18 years | 1,300 mg |
| 19 through 50 years | 1,000 mg |
| **Lactation** | |
| Less than or equal to 18 years | 1,300 mg |
| 19 through 50 years | 1,000 mg |

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

## Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

### Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate..........1000 mg
- Calcium carbonate..........327 mg
- Vitamin C..........500 mg
- Folic Acid..........1 mg
- Vitamin B12..........250 µg

Sweetened WITH ASPARTAME

M-1000/DM/U/04-08

PHARMA

**NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD**

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion